بھیرہ کی سرزمین میں
ایک نہایت ایمان افروز تقریر

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بھیرہ کی سرزمین میں ایک نہایت ایمان افروز تقریر

(فرمودہ ۲۶ رنومبر ۱۹۵۰ء بمقام بیت احمدیہ بھیرہ)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

''ایک رُبع صدی سے زیادہ عرصہ ہوا یعنی تقریباً ۳۰ سال ہوئے جب سے میرے دل میں اِس شہر میں آنے کا شوق تھا۔ بھیرہ، بھیرہ والوں کے لئے اینٹوں اور گارے یا اینٹوں اور چُونے سے بنا ہوا ایک شہر ہے مگر میرے لئے یہ اینٹوں اور گارے یا اینٹوں اور چُونے کا بنا ہوا شہر نہیں تھا بلکہ میرے اُستاد جنہوں نے مجھے نہایت محبت اور شفقت سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا اور بخاری کا بھی ترجمہ پڑھایا ان کا مَوْلَد و مَسکَن تھا۔ بھیرہ والوں نے بھیرہ کی رہنے والی ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ پیا لیکن مَیں نے بھیرہ کی ایک بزرگ ہستی کی زبان سے قرآن کریم اور حدیث کا دودھ پیا۔ پس بھیرہ والوں کی نگاہ میں جو قدر بھیرہ شہر کی ہے میری نگاہ میں اس کی اس سے بہت زیادہ قدر ہے۔

میری صحت بچپن سے ہی کمزور تھی اور مَیں اکثر بیمار رہتا تھا جس کی وجہ سے مَیں پڑھائی میں سخت کمزور تھا۔ میری آنکھوں میں ککرے تھے اور گلے میں سوزش رہتی تھی اِس لئے نہ تو مَیں پڑھ سکتا تھا اور نہ اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ اُن دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولوی نورالدین صاحب جو بھیرہ کے رہنے والے تھے اُنہوں نے مجھے بُلا کر کہا کہ میاں! تم مُجھ سے قرآن کریم پڑھا کرو۔ تمہیں نہ دیکھنے کی تکلیف ہوگی اور نہ پڑھنے کی تکلیف ہوگی مَیں خود ہی بولا کروں گا اور مَیں ہی کتاب دیکھا کروں گا۔ چنانچہ مَیں نے آپ سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ مَیں قرآن کریم کھول کر سامنے رکھ لیتا اور

مولوی صاحب پڑھتے بھی جاتے اور ترجمہ بھی کرتے جاتے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ آیا یہ میری ذہانت کا نتیجہ تھا یا اُن کے اخلاص اور محنت کا کہ ۱۴، ۱۵ سال کی عمر میں ۶ ماہ کے اندر اندر تھوڑا تھوڑا وقت پڑھنے کے بعد قرآن کریم کا ترجمہ ختم ہو گیا۔ پھر جب میری عمر ۲۰، ۲۲ سال کی ہوئی تو آپ نے مجھے بُلایا اور فرمایا میاں! تم مُجھ سے بخاری بھی پڑھ لو چنانچہ مَیں نے بخاری شریف پڑھنی شروع کر دی۔ گلے کی سوزش کی وجہ سے مُجھ سے پڑھا نہیں جاتا تھا اور آنکھوں میں ککروں کی وجہ سے مَیں کتاب کو دیکھ نہیں سکتا تھا آپ خود ہی بخاری کا ایک پارہ اپنے سامنے رکھ لیتے اور روزانہ نصف پارہ مجھے پڑھا دیا کرتے۔ آپ خود ہی پڑھتے جاتے تھے اور خود ہی ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ اِس طرح دو اڑھائی ماہ میں چھٹیاں وغیرہ نکال کر مَیں نے بخاری کا ترجمہ ختم کر لیا۔ پھر عربی کے کچھ ابتدائی رسالے بھی مَیں نے آپ سے پڑھے۔

یہ علم تھا جو آپ نے مجھے سکھایا اور جس کی وجہ سے میرے اندر مزید مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ آپ جو کچھ مناسب سمجھتے تھے تشریح کے طور پر خود ہی بیان کر دیتے تھے اور اگر مَیں کوئی سوال کرتا تو مجھے روک دیتے تھے۔ ہمارے ایک ہم جماعت تھے۔ تھے تو وہ بڑی عمر کے لیکن دوبارہ کلاس میں شامل ہوئے تھے اُن کا نام حافظ روشن علی تھا۔ آپ حضرت نوشہ صاحب کے خاندان میں سے تھے جن کا مزار ''رن مل'' ضلع گجرات میں ہے اور گدی کے مالکوں میں سے تھے۔ انہی کے داماد (حافظ مبارک احمد صاحب) نے ابھی قرآن کریم کی تلاوت کی ہے۔ جب مولوی صاحب کوئی تشریح بیان فرماتے تو چونکہ حافظ روشن علی صاحب اعتراض کرنا شروع کر دیتے اور کہتے کہ ان معنوں پر یہ یہ اعتراض پڑتا ہے۔ میری عمر اُس وقت ۲۰۔۲۱ سال کی تھی۔ مَیں نے حافظ صاحب کو اعتراض کرتے دیکھا تو ایک دن میرے دل میں بھی گُدگُدی سی اُٹھی اور مَیں بھی اعتراض کرنے لگا۔ مولوی صاحب کو مُجھ سے بہت محبت تھی۔ ایک دو دن تک تو آپ نے برداشت کیا۔ لیکن پھر جو مَیں نے سوال کیا تو فرمایا میاں! تمہارا معاملہ اَور ہے اور حافظ صاحب کا معاملہ اَور ہے۔ یہ مولوی ہیں اور ان کا طریق بال کی کھال نکالنا ہوتا ہے لیکن تم مولوی نہیں تم نے تو دین

حاصل کرنا ہے۔ پھر فرمایا میاں! یہ تو دیکھو مجھے تم سے کتنا عشق ہے۔ اگر مَیں ان معنوں سے جو بیان کرتا ہوں زیادہ معنے جانوں تو کیا تمہیں بتا نہ دوں؟ اگر مجھے کوئی اور معنے معلوم ہوتے تو مَیں تمہیں ضرور بتا دیتا۔ پس اگر مَیں نے تمہیں کوئی اَور معنے نہیں بتائے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ مجھے صرف اتنے ہی معنے آتے ہیں۔ پھر فرمایا میاں! اتنا تو سوچو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کا بندہ صرف مَیں ہی ہوں یا تم بھی ہو؟ کیا یہ میرا ہی فرض ہے کہ اسلام پر جو اعتراض پڑتا ہے اُس کا جواب دوں یا تمہارا بھی فرض ہے کہ تم خود سوچو اور اسلام پر پڑنے والے تمام اعتراضات کا جواب دو؟ تم سوال نہ کیا کرو بلکہ خود سوچا کرو اور ان اعتراضات کے خود جوابات دیا کرو۔

آپ نے مجھے جو کچھ پڑھایا مَیں اُس کی بھی قدر کرتا ہوں لیکن جو آپ نے مجھے نہیں پڑھایا وہ میرے لئے بہت زیادہ قیمتی ہے کیونکہ جونہی یہ آواز میرے کانوں میں پڑی کہ کیا صرف میرا ہی فرض ہے کہ اسلام پر پڑنے والے شبہات کا جواب دوں یا تمہارا بھی فرض ہے کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے صرف مَیں ہی اللہ کا بندہ ہوں یا تم بھی اللہ کے بندے ہو؟ اِس آواز نے میرے اندر ایک آگ لگا دی اور مَیں نے سمجھا کہ گویا اسرافیل فرشتے نے صور پھُونکا۔ اس کے بعد مَیں نے پوچھنا بند کر دیا اور سوچنا شروع کر دیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے علم کے سمندر سکھا دیئے۔ اب اگر کوئی اسلام کا دُشمن اسلام پر کتنے بھی اعتراض کرے مَیں انہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم سے ہی ردّ کر سکتا ہوں۔

چونکہ بھیرہ آنے کا شوق مجھے مدت سے تھا اِس لئے یہاں آ کر مَیں خوش بھی ہوں کہ میری ایک دیرینہ خواہش پُوری ہوئی۔ مگر بھیرہ کی دیواروں میں داخل ہونے کے بعد میرے دل کے زخم دوبارہ ہرے ہو گئے۔ بھیرے کی ہی ایک لڑکی امۃ الحی سے جو حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیٹی تھیں، میری شادی ہوئی۔ ہم دونوں میں بہت محبت تھی۔ بیوقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید اسلام اور روحانیت کے یہ معنے ہیں کہ میاں کو بیوی سے محبت نہ ہو اور بیوی کو میاں سے محبت نہ ہو لیکن جو لوگ اسلام اور

روحانیت کو سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو خاوند کو بیوی سے اور بیوی کو خاوند سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ جس گلاس میں مَیں پانی پیتی اُسی گلاس میں اُسی جگہ ہونٹ رکھ کر پانی پیتے اور فرماتے مَیں یہ بتانے کے لئے ایسا کرتا ہوں کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔[1] پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دفعہ میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ صبر کرو۔ لوگ بیمار ہؤا ہی کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ شدتِ درد سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی اور مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو جو مجھے دین سکھانے کے لئے تھی سمجھ نہ سکی۔ مجھے غصہ آ گیا کہ مجھے سر درد ہو رہا ہے اور بجائے اِس کے کہ آپ مُجھ سے ہمدردی کا اظہار کریں آپ کہتے ہیں کہ صبر کرو لوگ بیمار ہؤا ہی کرتے ہیں۔ مَیں نے غصہ سے کہا آپ کو کیا مَیں مر جاؤں گی تو آپ دوسری شادی کر لیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُس وقت تکلیف میں کہہ رہی تھیں ہائے مَیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات سُن کر فرمایا اچھا عائشہ اگر یہ بات ہے تو ہائے تُو نہیں ہائے مَیں[2] اور چند دنوں کے بعد آپؐ بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں ہمیشہ ہی اِس بات پر افسوس کیا کرتی تھیں کہ مَیں نے یہ فقرہ کیوں کہا جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچا۔ گویا مَیں نے آپ کی محبت پر شُبہ کیا۔ کاش! مَیں یہ فقرہ نہ کہتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مَر جاتی تا یہ صدمہ نہ دیکھتی۔

غرض ناواقف اور جاہل لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایک مسلمان کے معنی یہ ہیں کہ وہ کوئی پتھر دل کا انسان ہے اور مسلمان وہ ہے جس میں محبت اور وفا کے جذبات نہیں پائے جاتے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت اور وفا کا مجسمہ تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک مجلس میں بیٹھے صحابہ سے باتیں کر رہے تھے ایک شخص آیا اور اُس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ کی بیٹی آپ کو بُلا رہی ہے کیونکہ اس کا لڑکا بیمار ہے۔ آپؐ باتوں میں مشغول تھے فرمایا

اچھا آتا ہوں اور پھر باتوں میں بھُول گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ایک شخص آیا اور اُس نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہ! آپ کی بیٹی یاد فرماتی ہیں لڑکے کی حالت زیادہ خراب ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا آتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد تیسرا شخص آیا اور اُس نے عرض کی یَا رَسُوْلَ اللہ! جلدی تشریف لائیے لڑکے کی حالت زیادہ خراب ہوگئی ہے۔ آپ تشریف لے گئے اور اپنے نواسہ کو گود میں لے لیا۔ تھوڑی دیر میں اُس کی جان نکل گئی۔ اُس وقت آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؐ کے پاس ایک انصاری کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور رو رہے ہیں! جس کے معنی یہ تھے کہ بھلا رسول کو جذبات سے کیا تعلق؟ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر خواہ وہ رسول ہو یا غیر رسول محبت کے جذبات پیدا کئے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں محبت کے جذبات سے محروم رکھا ہے تو میرے پاس اِس کا کیا علاج ہے؟ [۳]

غرض آج سے چھبیس ستائیس یا اٹھائیس سال پہلے امۃ الحی مرحومہ سے جب ہم دونوں باتیں کیا کرتے تھے مَیں نے کہا کہ مَیں تمہیں تمہارے ابّا کے وطن لے جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت میں یہاں نہ آ سکا اور امۃ الحی مرحومہ فوت ہوگئیں اور جب مجھے بھیرہ آنے کا موقع ملا تو ان کی وفات پر ۲۶ سال گزر رہے ہیں۔ پس جونہی مَیں بھیرہ میں داخل ہؤا وہ باتیں مجھے یاد آ گئیں کہ مَیں نے امۃ الحی مرحومہ سے ان کے ابّا کا وطن دکھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن خدا تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت جب تک وہ زندہ رہیں مجھے یہاں آنے کا موقع نہ ملا اور جب مجھے یہاں آنے کا موقع ملا تو بھیرے کی بیٹی اور میری بیوی امۃ الحی مرحومہ فوت ہو چُکی تھیں۔ بہرحال جیسے اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہوتی ہے اسی طرح ہوتا ہے۔ مَیں امۃ الحی مرحومہ کو بھیرہ لا سکا یا نہ لا سکا یہ سب رسمی باتیں ہیں انسان کے اندر محبت کے جذبات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ چیز پیدا ہوتی ہے لیکن اگر فلسفیانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ کوئی بات نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی جنگ میں تشریف لے گئے تو جو لوگ قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اُن میں آپ کا ایک داماد بھی تھا جس کو کفار جبراً جنگ کے لئے ساتھ لے گئے تھے آپ نے قیدیوں سے کہا تم فدیہ

دو اور رہائی حاصل کرلو۔ آپ کے داماد نے کہا میرے ہاں تو کچھ بھی نہیں ہاں مکّہ جا کر کچھ انتظام کر دوں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا۔ یہ نوجوان ایک شریفُ الطبع انسان تھا باوجود اِس کے کہ لوگ اسے کہتے تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو دُکھ دو مگر وہ دُکھ نہ دیتا وہ کہتا تھا مَیں مسلمان نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عقیدت نہیں رکھتا لیکن پھر بھی مَیں ان کی لڑکی کو کیوں ماروں۔ چنانچہ وہ باوجود دوسروں کے اُکسانے کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو دُکھ نہیں دیتا تھا۔ جب وہ واپس مکّے گیا تو گھر میں کوئی چیز نہ تھی جو فدیہ کے طور پر دی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے پاس ایک سونے کا ہار تھا جو شادی کے موقع پر والدہ کی طرف سے اُسے دیا گیا تھا۔ اُس نے اپنے خاوند کو وہ ہار دے کر کہا یہ ہار لے لو اور اِسے فدیہ کے طور پر بھجوا دو۔ مسجد میں جا کر جب دوسرے لوگوں نے فدیے پیش کرنے شروع کئے تو ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ کے داماد نے یہ ہار بطور فدیہ بھجوایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہار پر سے کپڑا اُٹھایا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر آپ لوگ خوشی سے منظور کر لیں کہ یہ ہار واپس کر دیا جائے تو مَیں اِس کی سفارش کرتا ہوں۔ ہار تو ہار ہی ہے مگر اس میں اتنا فرق ہے کہ یہ ہار میری مرحومہ بیوی خدیجہؓ کے ہاتھ کا تحفہ ہے جو اُس نے اپنی بیٹی کو دیا تھا اور میری بیٹی کے پاس بس یہی ہار اپنی والدہ کی ایک یادگار رہ ہے اِس کے سوا اور کوئی یادگار نہیں مجھے یہ ہار دیکھ کر صدمہ ہؤا کہ خاوند کی جان بچانے کے لئے میری بیٹی نے ایک ہی چیز جو اُس کے پاس اپنی والدہ کی یادگار تھی اُس نے بطور فدیہ بھیج دی ہے۔ اگر آپ لوگ خوشی سے اسے معاف کر دیں تو مَیں یہ ہار واپس کر دوں۔ صحابہ کرامؓ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے ہار کی بھلا حیثیت ہی کیا تھی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اس سے زیادہ خوشی ہمارے لئے اور کیا ہوگی کہ ہم اِس ہار کو جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو بطور تحفہ دیا تھا اُسے واپس کر دیں چنانچہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار واپس کر دیا۔[۴]

اب دیکھو سونے میں کیا رکھا تھا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وطن چھوڑا، جائدادیں چھوڑیں، مکان چھوڑے اور مشیّتِ الٰہی کے مقابلہ میں ان کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ پھر آپ کی شان تو بڑی تھی صحابہؓ نے بھی اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کی خاطر قربان کر دیا لیکن سونے کے اس ہار کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچا اس لئے کہ یہ حضرت خدیجہ کا دیا ہوا ہار تھا۔ سونے کا سوال نہیں اگر وہ مٹی کا بھی بنا ہوا ہوتا تو آپ کو تکلیف ہوتی کیونکہ اس کا جذبات کے ساتھ تعلق تھا۔ پس امۃ الحی نے فوت ہونا تھا اور وہ فوت ہو گئیں مَیں پہلے مر جاتا یا وہ پہلے مر گئیں اِس میں کوئی فرق نہیں یہ خدا تعالیٰ کا قانون تھا جو پورا ہوا لیکن یہ جذبات کی چیز ہے کہ جب ہم دونوں باتیں کیا کرتے تھے تو مَیں اُن سے وعدہ کیا کرتا تھا کہ مَیں تمہیں تمہارے ابّا کا وطن دکھاؤں گا لیکن جب وہ وقت آیا کہ مَیں نے بھیرہ دیکھا تو وہ ہستی جس سے مَیں وعدہ کیا کرتا تھا کہ مَیں اُسے اُس کے ابّا کا وطن دکھاؤں گا اِس دنیا سے گزر چکی تھی۔

جب کہ مَیں بتا چکا ہوں مجھے یہاں آنے کی دیرینہ خواہش تھی مقامی جماعت کے بعض دوست ڈرتے تھے کہ کہیں دوسرے لوگ شورش نہ کریں اور اُنہوں نے چاہا کہ مَیں بھیرہ نہ جاؤں لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آخر یہاں کے لوگ میری وجہ سے شورش کیوں کریں گے۔ آخر کوئی کسی کے خلاف ہوتا ہے تو وہ اِس لئے کہ وہ اس کا کام بگاڑتا ہے مَیں نے اِن کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ میرے خلاف ہوں گے۔ اگر کوئی شخص میرے یہاں آنے کی وجہ سے شورش کرے گا تو وہ غلط فہمی کی بناء پر ہوگی۔ وہ اِس خیال سے شورش کرے گا کہ مَیں (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُشمن ہوں مُجھ کو تو یہ مخالفت بھی اچھی لگتی ہے کہ یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ہے۔ آخر دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہاں کسی سے میرا زمین کا جھگڑا ہے یا مکان کا جھگڑا ہے یا کسی عُہدے کا جھگڑا ہے۔ مَیں گورداسپور کا رہنے والا ہوں اور ہجرت کے بعد ضلع جھنگ میں مقیم ہوں۔ اور جہاں تک جائداد کا سوال ہے یہاں کے کسی رہنے والے کو مُجھ پر شکوہ نہیں

ہوسکتا اگر کسی کو مُجھ پر کوئی شکوہ ہے تو کسی جائداد کے جھگڑے کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ شکوہ مخالفوں کی اِن باتوں کی وجہ سے ہے کہ مَیں (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتا ہوں اور آپ کے دین کو بگاڑتا ہوں۔ یہ سب باتیں ہیں تو جھوٹی لیکن بہرحال جو شخص مجھے گالیاں دیتا ہے، مجھے مارنے کو تیار ہو جاتا ہے یا مُجھ پر پتھراؤ کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ اِس لئے ایسا کرتا ہے کہ وہ اپنی غلط محبت کی وجہ سے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دُشمن تصور کرتا ہے۔ میرے لئے تو یہ امر بھی خوشی کا موجب ہے کہ لوگ میری مخالفت کی وجہ سے شورش کرتے ہیں جو انہوں نے عملاً نہیں کی یا وہ مُجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں جو عملاً انھوں نے نہیں کیا۔ اگر وہ عملاً بھی ایسا کرتے تب بھی مَیں خوش ہوتا کہ ان کے اندر میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو ہے۔ آخر مَیں بھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں سے ہوں آپ کو شعر کی صورت میں ایک الہام ہوا۔ اُس کے الفاظ مَیں پہلے سُنا دیتا ہوں اور پھر اُس کا ترجمہ کروں گا۔ اُس وقت لوگ بڑی مخالفت کرتے تھے۔ مَیں ابھی بچہ ہی تھا لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دعوت سے واپس تشریف لا رہے تھے آپ جب بازار میں سے گزر رہے تھے تو لوگ چھتوں پر کھڑے ہو کر آپ کو گالیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مرزا دَوڑ گیا مرزا دَوڑ گیا۔ اسی اثناء میں مَیں نے ایک بڈھے کو دیکھا جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اُس پر تازہ تازہ ہلدی لگی ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ہاتھ کٹے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ بڈھا اپنا تندرست ہاتھ کٹے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہہ رہا تھا مرزا نٹھ گیا مرزا نٹھ گیا۔ مَیں حیران تھا کہ آخر یہ کیوں کہتا ہے مرزا نٹھ گیا۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ ولسلام ایک دفعہ لاہور شہر میں جا رہے تھے اور پیچھے سے کسی نے حملہ کیا اور آپ گر گئے۔ اِسی طرح لوگوں کو پتھراؤ کرتے بھی ہم نے دیکھا۔

غرض اُن دنوں مخالفت بڑی زوروں پر تھی اور قدرتی طور پر جماعت کے بعض دوستوں کو بھی غصہ آ جاتا تھا کہ آخر یہ لوگ بلا وجہ ایسا کیوں کرتے ہیں اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا ؎

اے دل تُو نیز خاطر ایناں نگہدار
کآخر کنند دعویٰ حُبِّ پیمبرم

یعنی اے ہمارے مأ مور! یہ مسلمان جو تمہیں گالیاں دیتے ہیں تُو پھر بھی ان کا لحاظ کر آخر یہ تمہیں کیوں گالیاں دیتے ہیں؟ تمہیں مارنے کیوں دَوڑتے ہیں اور تم پر حملہ آور کیوں ہوتے ہیں؟ یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی تمہیں مارتے اور گالیاں دیتے ہیں اِس لئے اِن کا لحاظ رکھنا بڑا ضروری ہے۔غرض ہماری جو مخالفت ہوتی ہے تمہیں دیکھنا چاہئے کہ اِس کے پیچھے کیا بات ہے۔کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ لوگ جو تمہیں گالیاں دیتے اور کہتے ہیں کہ تمہاری چائے بھی شراب سے بدتر ہے شراب پینا جائز ہوسکتا ہے لیکن تمہاری چائے پینی جائز نہیں اگر انہیں پتہ لگ جائے کہ میرے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو شعلہ جل رہا ہے وہ ان کے لاکھوں لاکھ کے اندر بھی نہیں جل رہا تو وہ فوراً تمہارے قدموں میں گِر جائیں۔ یہ لوگ مخالفت اِسی لئے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مَیں اور میرے ساتھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔ یہ مخالفت بعض غلط فہمیوں کے نتیجہ میں ہے اِسی لئے جب مَیں نے سُنا کہ لوگ میرے آنے پر شورش کریں گے تو مجھے غصّہ نہیں آیا مجھے یہ سُن کر کہ لوگ میری مخالفت کی وجہ سے شورش کریں گے خوشی ہوئی کہ ابھی میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چنگاری ان کے اندر سُلگ رہی ہے اگرچہ وہ کسی غلط فہمی کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں لیکن اِس کا موجب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی ہے اِس لئے ہمیں بجائے غصہ میں آنے کے اِن کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہئے۔اگر کسی شخص کا بھائی بیمار ہوجاتا ہے تو وہ اُسے زہر دے کر مارا نہیں کرتا، وہ گلا گھونٹ کر ہلاک نہیں کرتا بلکہ اُس کا علاج کرتا ہے اِسی طرح ہمارا فرض ہے کہ ہم بجائے ناراض ہونے کے اِس مخالفت کو رفع کرنے کی تدبیر کریں۔اگر لوگ مخالفتیں کرتے ہیں اور مجھے یا بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو یا تمہیں بُرا بھلا کہتے ہیں تو جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور کسی غلط فہمی میں مُبتلا ہیں پس تم بجائے ناراض ہونے کے دعائیں کرو اور ان مخالفت

کرنے والوں کو اصل حقیقت سے واقف کرو جب تم انہیں اصل حقیقت سے واقف کر دو گے تو انہیں پتہ لگ جائے گا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُشمن نہیں بلکہ آپؐ کے سچے عاشق ہیں اور وہی لوگ جو تمہیں مارنے پر آمادہ ہیں تمہاری خاطر مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ آخر مکّہ والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی مخالفت کی تھی؟ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اِس لئے کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے یہ شخص دینِ حقّہ یعنی ان کے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کرتا ہے اور اسے بگاڑتا ہے لیکن جب انہیں پتہ لگ گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دینِ حقّہ لائے ہیں تو وہی مکّہ والے جو آپ کو مارنے کے درپے تھے آپ کی خاطر قربانیاں کرنے اور اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد ترین دُشمن عتبہ، شیبہ، ولید، عاص اور ابوجہل تھے اور ان کے ساتھ چمٹا ہوا ابوسفیان تھا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء سے مخالفت کی اور ایسی شدید مخالفت کی جس کی شان دنیا کے پردہ پر نظر نہیں آتی۔ ابوجہل کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک چٹان پر بیٹھے کسی مسئلہ کے متعلق سوچ رہے تھے صبح کا وقت تھا کہ ابوجہل پاس سے گزرا۔ اُس نے جب آپ کو چٹان پر اِس طرح خاموش بیٹھے دیکھا تو شیطان نے اُس کے دل میں شرارت پیدا کی اُس نے آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں، بُرا بھلا کہا اور پھر آپ کو ایک تھپڑ مارا اور کہا تُو باز نہیں آتا اپنی باتوں سے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے کوئی بات سوچ رہے تھے جب ابوجہل نے آپ کو تھپڑ مارا تو آپ نے صرف اتنا کہا کہ مَیں نے آپ لوگوں کا کیا بگاڑا ہے کہ میرے ساتھ اتنی دُشمنی کی جاتی ہے، مَیں نے تو آپ لوگوں کو صرف خدا تعالیٰ کا پیغام سُنایا ہے۔ آپؐ نے یہ فرمایا اور پھر چٹان پر بیٹھ گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، آپ نہایت دلیر بہادر اور مضبوط پہلوان تھے آپ ہر وقت شکار میں مشغول رہتے تھے اور دین کے متعلق سوچنے کا کبھی آپ کو خیال بھی نہیں آتا تھا۔ جب ابوجہل نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا تو حمزہؓ کی ایک پرانی لونڈی اِس واقعہ کو دیکھ رہی تھی۔ پرانی لونڈیاں اور خادم بھی گھر کے

فرد بن جاتے ہیں اِس لونڈی نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اسے بہت دکھ ہؤا وہ مسلمان تو تھی نہیں سارا دن کام کرتی جاتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دوسرے بزرگوں کو یاد کر کے بڑبڑاتی جاتی کہ آمنہ کے بچے نے اِن کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ یونہی اسے مارتے ہیں اور وہ انہیں کچھ بھی تو نہیں کہتا۔ سارا دن اُس کے سینہ کے اندر ایک آگ لگی رہی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پتھر پر سے اُٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت حمزہؓ شکار کے لئے باہر گئے ہوئے تھے شام کو وہ اونچی[۵] بنے نیزہ اور تلوار لٹکائے ہوئے تیر کمان پکڑے اور ہاتھ میں شکار لٹکائے گھر واپس تشریف لائے۔ حضرت حمزہؓ کا گھر میں داخل ہونا تھا کہ وہ لونڈی کھڑی ہوگئی اور اُس نے کہا تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو، ہر وقت اسلحہ سے مسلح رہتے ہو کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج صبح ابوجہل نے تمہارے بھتیجے سے کیا کِیا؟ حضرت حمزہؓ نے کہا کیا بات ہے؟ یہ سوال سُن کر وہ لونڈی رو پڑی اور اس نے کہا آج مَیں دروازہ میں کھڑی تھی کہ مَیں نے دیکھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پتھر پر چُپ کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوجہل (ابوجہل کا اصل نام ابوالحکم تھا) پاس سے گزرا اور بغیر کچھ کہے اُس نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارا اور بُرا بھلا کہا۔ آپ نے صرف اتنا کہا کہ اے لوگو! مَیں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم مجھے مارتے ہو مَیں تو صرف خدا تعالیٰ کا پیغام تمہیں سُنا تا ہوں۔ پھر وہ لونڈی غصہ میں آ کر کہنے لگی خدا کی قسم! محمد نے ابوجہل کو کچھ بھی تو نہیں کہا تھا۔ ایک جاہل عورت کی زبان سے یہ بات سُن کر حضرت حمزہؓ کو غیرت آ گئی اور وہ فوراً واپس لوٹے۔ شام کا وقت تھا ابوجہل بیتُ اللہ میں بیٹھا تھا اور اس کے اِرد گرد دوسرے سردارانِ مکّہ بیٹھے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئیاں ہو رہی تھیں۔ حضرت حمزہؓ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سیدھے اُس جگہ پر پہنچے جہاں ابوجہل دوسرے سرداروں کے ساتھ بیٹھا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئیاں کر رہا تھا ہاتھ میں تیر کمان تھی آپ نے اُس کا ایک سِرا پکڑ کر ابوجہل کے منہ پر دے مارا اور کہا تُو بڑا بہادر بنا پھرتا ہے میری لونڈی نے مجھے بتایا ہے کہ میرا بھتیجا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آج صبح جب ایک پتھر پر بیٹھا تھا تو تُو نے اُسے تھپڑ مارا اور اس نے تمہیں کوئی

جواب نہ دیا اب مَیں تمہیں مارتا ہوں اگر تم بہادر ہو تو میری مار کا جواب دو۔[6]

یہ واقعہ ایسا اچانک ہوُا کہ ابوجہل گھبرا گیا اُس کے ساتھی جوش سے کھڑے ہوئے اور حضرت حمزہؓ کے ساتھ لڑنے کو اٹھے مگر ابوجہل پر صداقت کا اثر تھا وہ کہنے لگا جانے دو مُجھ سے ہی صبح غلطی ہوگئی تھی۔ حضرت حمزہؓ واپس آئے اور اُس مکان کا پتہ لے کر جہاں اُن دنوں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقیم تھے پہنچے اور عرض کیا کہ مَیں مسلمان ہوتا ہوں۔

غرض ابوجہل کی دُشمنی کا یہ حال تھا کہ وہ بِلا وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُشمنی کیا کرتا تھا اگر یہ ہوتا کہ آپ توحید کا وعظ کر رہے ہوتے تو ہم کہتے ابوجہل پاس سے گزرا اور آپ کا وعظ سُن کر وہ غصہ میں آ گیا لیکن آپ خاموش پتھر پر بیٹھے کسی مسئلہ کے متعلق سوچ رہے تھے۔ یہ ابوجہل کی مخالفت کی حالت تھی اُس کا بیٹا عکرمہؓ بھی اُس کے نقشِ قدم پر چلتا تھا اور وہ آپ کی دُشمنی میں انتہا کو پہنچا ہوُا تھا بیسیوں مسلمانوں کو اس نے مارا اور قتل کیا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک فاتح کی حیثیت میں مکّہ میں داخل ہوئے اور آپ نے چند افراد کو جو تعداد میں سات کے قریب تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کو مارا اور انسانیت کے خلاف جرائم کئے تھے قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ یورپ والوں نے بھی بعض لوگوں کو اِسی جُرم کی بناء پر قتل کیا یا پھانسی پر لٹکایا ہے۔ گزشتہ جنگ کے اختتام پر بھی جب بعض سرکردہ جرمن لیڈروں پر مقدمہ چلایا گیا تو یہ کہا گیا کہ اُنہیں جنگ کے بدلہ میں نہیں بلکہ انسانیت سوز جرائم کے بدلہ میں پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے جو اِن سے سرزد ہوئے۔ اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکّہ کے بعد ان سات اشخاص کے متعلق یہ احکام جاری کئے کہ انہیں قتل کر دیا جائے ان سات افراد میں عکرمہؓ بھی تھا۔ اس کی بیوی دل سے مسلمان ہو چکی تھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اُس نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مَیں دل سے مسلمان ہوں مگر میرا خاوند مکّہ چھوڑ کر بھاگ گیا ہے وہ اسلام کا کتنا دُشمن ہی سہی لیکن پھر بھی آپ کا بھائی ہے کیا یہ بہتر ہے کہ وہ کسی اَور مُلک میں جا کر کسی غیر کے ماتحت رہے

اور وہاں دھکّے کھاتا پھرے یا یہ بہتر ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں اور وہ آپ کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرے؟ آپ نے فرمایا اچھا ہم اسے معاف کرتے ہیں وہ واپس آ جائے ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ اس کی بیوی نے پھر عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! وہ بڑا غیرت مند شخص ہے اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ مسلمان ہو کر یہاں رہے تو وہ یہاں نہیں رہے گا۔ ہاں اگر آپ اجازت دیں کہ وہ کافر ہوتے ہوئے بھی یہاں رہ سکتا ہے تو وہ واپس آ جائے گا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا ہم اسے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہیں گے وہ اپنے مذہب پر قائم رہ سکتا ہے۔ عکرمہؓ کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد لے کر عکرمہؓ کی تلاش میں گئی عکرمہؓ حبشہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا وہ کشتی میں سوار ہونے کو تیار تھا کہ اُس کی بیوی وہاں پہنچی اور اُس نے خاوند سے کہا تم کہاں جا رہے ہو یہاں اپنا بھائی حاکم ہے کیا یہ بہتر ہے کہ تم اس کے ماتحت رہو یا یہ بہتر ہے کہ تم غیر کی غلامی کرو؟ عکرمہؓ نے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجھے قتل کر دینے کے احکام جاری ہو چکے ہیں؟ اُس نے کہا تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتے تمہارے سینہ میں کُفر کی آگ بھڑک رہی ہے مَیں جانتی ہوں کہ جو کچھ اُنہوں نے مُجھ سے کہا ہے سچ کہا ہے۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ اگر عکرمہؓ مکّہ واپس آ جائے تو مَیں اسے معاف کر دوں گا۔ عکرمہؓ نے کہا اچھا انہوں نے اگر معاف بھی کر دیا تو وہ مجھے مسلمان ہونے کے لئے کہیں گے لیکن مَیں تو مسلمان نہیں ہوں گا۔ بیوی نے کہا نہیں انہوں نے کہا ہے کہ وہ تمہیں مسلمان ہونے کے لئے بھی نہیں کہیں گے تم اپنے مذہب پر قائم رہ کر مکّہ میں رہ سکتے ہو۔ عکرمہؓ نے کہا کیا یہ سچ ہے؟ بیوی نے کہا ہاں یہ بالکل سچ ہے، مَیں نے خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر لی ہے۔ عکرمہؓ نے کہا اچھا مَیں چلتا ہوں لیکن مَیں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے یہ باتیں سنوں گا تب مانوں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے تھے کہ عکرمہ کی بیوی اُسے ساتھ لئے حاضر ہوئی۔ عکرمہؓ نے کہا محمد! (عکرمہ ابھی ایمان نہیں لایا تھا۔ اور وہ آپ کو اِسی نام سے پکارتا تھا) میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی ٹھیک کہتی ہے۔ عکرمہؓ نے کہا میری بیوی نے ایک اور بات

بھی کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مَیں مکّہ میں اپنے مذہب کو مانتے ہوئے بھی رہ سکتا ہوں مجھے اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی ٹھیک کہتی ہے۔عکرمہؓ نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکرمہ! مَیں نے تجھے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا۔عکرمہؓ نے کہا اتنا بلند حوصلہ اور ایثار خدا تعالیٰ کے رسول کے سوا کسی میں نہیں ہوسکتا۔ جب مَیں نے اپنے کانوں سے یہ بات سُن لی کہ آپ نے مُجھ جیسے شدید دُشمن کو بھی معاف کر دیا ہے تو مَیں آپ کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں۔اب آگے دیکھو۔عکرمہؓ میں کتنی جلدی فرق پڑتا ہے۔وہ دنیا دار عکرمہ جو اپنی عزت اور وجاہت کی خاطر آپ سے لڑائیاں لڑا کرتا تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ عکرمہؓ ہم صرف تمہارے قصوروں کو ہی نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ تم کچھ مانگ لو۔اگر ہماری طاقت میں ہؤا تو ہم تمہاری خواہش کو پورا کر دیں گے تو اُس کے منہ سے یہ بات سجتی تھی کہ مجھے دو سَو اونٹ دے دیں، میرے مکان مجھے واپس دے دیں لیکن وہ کلمہ پڑھتے ہی بدل چُکا تھا۔اُس نے عرض کیا۔یَا رَسُوْلَ اللہ! مَیں آپ سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ مَیں نے آپ سے لڑائیاں کر کے جو گناہ سہیڑے ہیں خدا تعالیٰ وہ گناہ مجھے معاف کر دے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ؟ عکرمہؓ نے عرض کیا۔یَا رَسُوْلَ اللہ! اس سے بڑی چیز اور کیا ہوسکتی ہے۔[۷]

پھر اِسی عکرمہؓ نے مسلمان ہونے کے بعد وہ قربانی دکھائی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلامی فوجیں قیصر کی فوجوں سے لڑنے کے لئے گئیں تو ایک جگہ دُشمن کو زور حاصل ہو گیا دُشمن نے ایک ٹیلہ پر عرب تیر انداز بٹھا دیئے جو صحابہؓ کو پہچانتے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ صحابہؓ کو چُن چُن کر ان کی آنکھوں پر تیر ماریں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اکثر صحابہؓ کی آنکھیں ضائع ہوگئیں۔مسلمانوں کو فکر پڑی کہ صحابہؓ کی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔حضرت عکرمہؓ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس گئے (حضرت ابوعبیدہؓ اسلامی فوج کے کمانڈر تھے) اور کہا۔صحابہ کی یہ حالت مُجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔دُشمن کی

تعداد بہت زیادہ ہے۔ جب تک ہم اچانک حملہ کر کے انہیں خوفزدہ نہیں کریں گے یہ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ مَیں ۳۰ آدمی ساتھ لے کر کفار کے لشکر کے قلب پر حملہ کر دوں تا کہ وہ تِتَّر بِتَّر ہو جائے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا۔ یہ بات خلافِ عقل ہے کہ ۶۰ ہزار دُشمن کے مقابلہ پر تیس آدمی جائیں۔ حضرت عکرمہؓ نے کہا۔ آخر ہم مر ہی جائیں گے اور کیا ہوگا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا مَیں اتنی بڑی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو بلایا اور ان سے کہا۔ عکرمہ یوں کہتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ عکرمہؓ نے ٹھیک کہا ہے۔ جب تک دُشمن پر ہمارا رُعب نہیں پڑے گا وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا۔ اِس کے یہ معنے ہوں گے کہ مَیں تیس مسلمان مروا دوں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آخر آدمی مرا ہی کرتے ہیں۔ تب حضرت ابوعبیدہؓ نے عکرمہؓ کی بات مان لی۔ ہاں اتنا کر دیا کہ تیس آدمیوں کی بجائے ساٹھ آدمی ان کے ساتھ کر دئے تا کہ دُشمن کے ہر ہزار کے مقابلہ میں ایک مسلمان ہو جائے۔ دوسرے دن ان ساٹھ افراد نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اُٹھائیں اور ساٹھ ہزار دُشمن میں گھس گئے۔ پہلی صف والے ابھی تلواریں ہی اُٹھاتے رہے کہ یہ آگے گزر گئے۔ جب دوسری صف والے تلواریں اُٹھانے لگے تو یہ تیسری صف میں پہنچ چُکے تھے۔ دُشمن فوج کا کمانڈر جس سے قیصر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کی تو وہ اُسے اپنی لڑکی بیاہ دے گا وہ تخت پر بیٹھا ہؤا تھا۔ یہ وہاں پہنچے۔ اُس وقت تک لشکر کو بھی ہوش آ چکی تھی۔ یہ مرتے گئے لیکن پیچھے نہ ہٹے۔ جب یہ عین اُسی جگہ پہنچے جہاں کمانڈر بیٹھا تھا تو وہ گھبرا کر بھاگ اُٹھا لیکن یہ ساٹھ کے ساٹھ یا تو زخمی ہو گئے یا مر گئے۔[۸] اتنے میں جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کے ساٹھ جانباز سپاہی لڑ رہے ہیں تو انہوں نے بھی دُشمن پر حملہ کر دیا اور دُشمن کو جب خبر پہنچی کہ ان کا کمانڈر بھاگ گیا ہے تو وہ بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ فتح کے بعد جب تلاش کیا گیا تو سوائے چند کے جو شدید زخمی تھے باقی سب مر چُکے تھے۔ گرمی کا موسم تھا شدتِ پیاس کی وجہ سے زخمیوں کی زبانیں باہر نکل رہی تھیں، بعض سپاہی پانی کی کُپیاں لے کر وہاں پہنچے۔ جب وہ حضرت عکرمہؓ کے پاس گئے تو

آپ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی اُنہیں پانی پینے کے لئے کہا گیا۔ جب وہ پانی پینے لگے تو ان کی نظر اپنی داہنی طرف پڑی۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بھائی) شدتِ پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں۔ آپ نے اُن کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ پہلے اُنہیں پانی دو۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں نے اپنے پہلو میں ایک اور زخمی دیکھا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا تھا۔ انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے اسے پانی پلاؤ۔ دس آدمی زخمی پڑے ہوئے تھے۔ اِن دسوں کے پاس جب آدمی چھاگل لے کر گیا تو اُنہوں نے دوسرے کی طرف بھیج دیا تاکہ اُسے پہلے پانی پلایا جائے۔ جب وہ آدمی دسویں کے پاس پانی لے کر گیا تو وہ مر چُکا تھا۔ نویں کے پاس گیا تو وہ بھی مر چُکا تھا۔ آٹھویں کے پاس گیا تو وہ بھی مر چُکا تھا۔ اِسی طرح وہ ہر ایک کے پاس سے ہوتا ہوا دوبارہ عکرمہؓ کے پاس گیا تو وہ بھی مر چکے تھے۔[9] اب دیکھو۔ کُجا یہ کہ ابوجہل کی دُشمنی کی یہ حالت تھی کہ اس نے انتہائی مخالفت کی۔ اور کُجا یہ کہ جب اس کے بیٹے عکرمہؓ کو پتہ لگ گیا کہ اس کے باپ نے غلطی کی تھی تو وہی عکرمہؓ جو اپنی ذاتی عزت اور وجاہت کی خاطر اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائیاں کیا کرتا تھا، اُس نے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اِس طرح قربان کیا کہ اِس کی نظیر کم ملتی ہے۔

خالد بن ولیدؓ کو دیکھ لو مسلمان ان کا نام لیتے تھکتے نہیں لیکن وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشدترین دُشمن تھا۔ عمرو بن العاصؓ کی بھی مسلمان تعریف کرتے ہیں کہ وہ بہترین جرنیل تھے لیکن وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشدترین دُشمن تھے۔ ان کو دیکھو اور ان کی اولادوں کو دیکھو۔ اُحد کے واقعات کو دیکھو۔ وہ شخص جس کی وجہ سے فتح مبدّل بہ شکست ہوگئی تھی وہ خالدؓ بن ولید ہی تھا۔ وہ حملہ جس کی وجہ سے مسلمان لشکر میں کُہرام مچ گیا تھا، وہ خالدؓ بن ولید کا ہی کیا ہوا تھا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ ہی ہے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے[10] وہی خالدؓ اسلام کی لڑائیوں میں اتنا زخمی ہوا کہ جب وہ

مرنے لگا تو اُس نے کہا میرے سر سے لے کر پاؤں تک کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں تلوار کا نشان نہ ہو۔ یہ وہی خالدؓ تھا جس نے اسلامی لشکر کو پسپا کر دیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کر دیا تھا۔ دوسرا جرنیل جس نے خالدؓ کے ساتھ مل کر مسلمان لشکر پر حملہ کیا وہ عمرو بن العاص تھا جس نے بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مصر فتح کیا لیکن جنگِ اُحد کے وقت یہی دونوں تھے جنہوں نے صحابہؓ کو زخمی کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دیا اور آپ کو بھی زخمی کر دیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمروؓ آپ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے جو لوگ حدیث سے واقف نہیں وہ عبداللہ بن عمروؓ اور عبداللہ بن عمرؓ میں فرق نہیں کرتے۔ درحقیقت یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ جب فوت ہونے لگے تو آپ رو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا۔ باپ! کیا آپ اب بھی روتے ہیں؟ اگر آپ کفر کی حالت میں مرتے تب تو کوئی بات تھی خدا تعالیٰ نے آپ کو اسلام نصیب کیا ہے اب تو آپ کے لئے بشارت ہی بشارت ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا۔ بیٹا تمہیں معلوم نہیں۔ اسلام کے ساتھ میری دو کیفیتیں رہی ہیں۔ جب تک مَیں مسلمان نہیں ہؤا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے اتنا بُغض اور اسلام کے ساتھ مجھے اتنی دُشمنی تھی کہ مَیں نے کبھی آنکھ اُٹھا کر آپ کی شکل تک نہیں دیکھی۔ اگر مَیں اُس وقت مرتا اور کوئی شخص مُجھ سے یہ پوچھتا کہ آپ کی شکل کیسی تھی تو مَیں آپ کی شکل نہ بتا سکتا۔ پھر جب اسلام لایا تو مجھے آپ سے اتنا عشق پیدا ہؤا اور میرے اندر آپ کی اس قدر محبت جاگزیں ہوئی کہ مَیں آپ کے رُعب کی وجہ سے آپ کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا اور اگر اب مُجھ سے کوئی پوچھے کہ آپ کی شکل کیسی تھی تو مَیں نہیں بتا سکتا۔ کفر کی حالت میں بُغض کی وجہ سے مَیں نے آپ کی شکل نہ دیکھی اور اسلام کی حالت میں محبت اور عشق کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مَیں اگر فوت ہو جاتا تو کوئی فکر نہ تھا لیکن آپؐ کی وفات کے بعد کئی غلطیاں مُجھ سے سرزد ہو گئی ہیں۔ مَیں نہیں

جانتا ان غلطیوں کی وجہ سے قیامت کے دن بھی آپؐ کا دیدار نصیب ہو یا نہ ہو اور یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگ گئے۔[11]

ہماری جماعت کے بعض لوگ مخالفت سے گھبراتے اور غصہ میں آ جاتے ہیں لیکن مخالفت کی وجہ سے گھبرانے اور غصہ میں آ جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ لوگ مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ یہ لوگ اِس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں اور نعوذ باللہ آپ کو گالیاں دیتے اور اسلام کو بگاڑتے ہیں۔ گویا وہ مخالفت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اِس غلط فہمی کے نتیجہ میں کرتے ہیں کہ ہم اسلام کے دُشمن ہیں۔ ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرنی چاہیے۔ آخر ہم ان کی غلط فہمیوں کو کیوں دور نہیں کرتے۔ اگر ایک شخص ہمارے متعلق یہ کہتا ہے کہ ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہتک کرتے ہیں تو تم نے کیوں لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہتک نہیں کرتے بلکہ ان کی تم سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں۔ اگر تم نے انہیں یہ بتایا ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ کہا ہے کہ: ؎

خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

تو وہ حقیقت سمجھ جاتے اور لوگوں سے کہتے کہ کیا یہ فقرہ کہنے والا شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دُشمن یا ہتک کرنے والا ہوسکتا ہے لیکن تم گھروں میں بیٹھے رہے اور گھر بیٹھے بیٹھے تم نے سمجھ لیا کہ لوگوں نے اس کے معنے سمجھ لئے ہیں۔ پھر فرض کرو اگر مخالف یہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مولویوں کو گالیاں دی ہیں تو تم ان کے سامنے گالیوں کی ایک فہرست رکھ دیتے کہ یہ گالیاں مولویوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی ہیں یہ سب گالیاں کتابوں میں چُھپی ہوئی ہیں تم وہ کتابیں نکال کر ان کے سامنے رکھ دیتے اور انہیں بتاتے کہ کیا یہ مولویوں کا کام ہے۔ تو ساری بات ان کی سمجھ میں آ جاتی۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو حرام زادہ کہے اور وہ اُسے کہے بے ایمان! یہ بات مت کہو اور پہلا شخص جس نے اسے حرامزادہ کہا ہے اس سے لڑنے لگ پڑے تو اگر تیسرا شخص پاس سے گذرتا ہے اور وہ اس سے دریافت کرتا ہے میاں! تم لڑتے کیوں ہو؟ اور وہ کہتا ہے

اس نے مجھے بے ایمان کہا ہے تو اگر پہلا شخص اسے یہ بتا دیتا ہے کہ اس نے مجھے حرام زادہ کہا تھا اور قرآن و حدیث نے ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے تو وہ کہے گا یہ تو قرآن اور حدیث کی بات کہتا ہے۔ یہ گالی نہیں۔ گالی وہ ہے جو تم نے دی۔ پس اگر تم لوگوں کے پاس جاتے ہو اور انہیں بتاتے ہو کہ مخالفوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو یہ یہ گالیاں دی ہیں اور ان کے جواب میں آپ نے انہیں یہ کہا ہے کہ قرآن کریم نے ان سے منع فرمایا ہے تو وہ مخالفین کے پاس جاتے اور انہیں کہتے مرزا صاحب کو تم نے یہ یہ گالیاں دی ہیں اب اگر انہوں نے اِس کے جواب میں کچھ کہا ہے تو شریعت میں اس کا نام گالی نہیں۔ اِس پر مخالف یا تو یہ کہہ دیتے کہ یہ ہماری کتابیں نہیں اور یا یہ فتویٰ دیتے کہ ہمارے ماں باپ جھوٹے تھے لیکن یہ صاف بات ہے کہ وہ یہ فتویٰ ہرگز نہیں دیں گے کہ ہمارے ماں باپ جھوٹے تھے۔ اگر ایک اہلِ حدیث تمہارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے مخالفین کو گالیاں دی ہیں تو تم جھٹ انہی کی کتابیں ان کے سامنے رکھ دو اور کہو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دوسرے علمائے اہلِ حدیث نے مرزا صاحب کو یہ یہ گالیاں دی ہیں اور مرزا صاحب نے انہیں گالیوں سے منع فرمایا ہے لیکن جب ایک شخص یونہی شور مچا دیتا ہے کہ مرزا صاحب نے مخالفین کو گالیاں دی ہیں تو لوگوں کو چونکہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان کے باپوں نے مرزا صاحب کو کیا کچھ کہا ہے اس لئے وہ مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ۔ اور ان کے سامنے ان کی کتابیں رکھ دو اور بتاؤ کہ تمہارے علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ یہ گالیاں دی ہیں۔ کیا یہ اسلام کی تعلیم کے مطابق ہیں؟ بعض غیر اسلامی گالیاں ہیں اور بعض غیر اسلامی نہیں۔ مثلاً احمق ہے کسی کو احمق کہنا شرافت کے تو خلاف ہے لیکن اسلام کے خلاف نہیں۔ لیکن اگر کوئی حرامزادہ کہہ دیتا ہے تو یہ اسلام کے خلاف ہے۔ اسلام نے ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر اس قسم کی احادیث موجود ہیں کہ اگر کوئی کسی کے متعلق کوئی بُرا کلمہ کہتا ہے تو وہ اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اب یا تو یہ باتیں احادیث سے نکال دو۔ اور اگر انہیں احادیث سے نہیں نکالتے تو پھر غصہ میں کیوں آتے ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔[۱۲] اگر کوئی کسی کو کافر کہتا ہے اور وہ اسے کافر کہہ دیتا ہے تو یہ کوئی گالی نہیں۔ اسلام خود کہتا ہے اگر کوئی دوسرے مسلمان کو کافر کہتا ہے تو وہ خود کافر ہے۔ اب یا تو یہ حدیث کاٹ دو اور یا ہماری بات مانو۔

ہم کوئی نیا فتویٰ نہیں دیتے آج سے چودہ سَو سال قبل سے یہ باتیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ ہم تو آج پیدا ہوئے۔ ہم امام مسلمؒ کے ساتھ تو نہیں بیٹھے تھے۔ ہم امام بخاریؒ کے ساتھ تو نہیں بیٹھے تھے۔ ہم ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ کے ساتھ تو نہیں بیٹھے تھے ہم نسائیؒ اور ابن ماجہؒ کے پاس تو نہیں بیٹھے تھے لیکن ان بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ باتیں لکھی ہیں اور وہ اب تک موجود ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں یہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اسے جھوٹا کس طرح کہہ سکتے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں جو پیش گوئیاں اِس کے متعلق پائی جاتی ہیں اور وہ اِس کے حق میں پوری ہوگئی ہیں کیا وہ پیشگوئیاں اس نے موسیٰ علیہ السلام کو لکھوا دی تھیں؟ [۱۳] اگر آج سے کئی سَو سال قبل کی لکھی ہوئی باتیں اس شخص کے حق میں پوری ہو جاتی ہیں تو یہ شخص یقیناً سچا ہے۔ اگر یہ جھوٹا ہوتا تو خدا تعالیٰ اتنے سَو سال قبل کی لکھی ہوئی باتیں اس کی ذات میں کیوں پوری کرتا۔ غرض جو بات مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں کے اعتراضات کے جواب میں کہتے ہیں وہی بات ہم کہتے ہیں۔ مسلم اور بخاری میں یہ باتیں لکھی ہیں۔ ہم تو اُس وقت موجود نہیں تھے کہ ہم نے خود یہ باتیں لکھوا دیں۔ اگر تم کہو کہ مَیں مسلمؒ اور بخاریؒ کے وقت میں موجود تھا تو تمہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مَیں فرشتہ ہوں اور اگر مَیں فرشتہ ہوں تو تم فرشتے کی کیوں مخالفت کرتے ہو اور اگر مَیں انسان ہوں تو صاف بات ہے کہ یہ باتیں مَیں نے مسلمؒ اور بخاریؒ کو نہیں لکھوائیں۔ پھر اگر انہوں نے یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کے رسول کی طرف منسوب کر کے لکھی ہیں تو اگر مَیں خدا اور اُس کے رسول کا دُشمن تھا تو یہ باتیں میرے ساتھ کیسے پوری ہوگئیں۔ آخر اِس کی بھی تو کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آنے والا مسیح شادی کرے گا اور اس کے نتیجہ میں اس کی اولاد بھی ہوگی۔[۱۴]

اب سیدھی بات ہے کہ خالی شادی کوئی اہم بات نہیں۔ لوگ شادیاں کرتے ہی ہیں۔ مان لیا کہ حضرت مرزا صاحب جھوٹے ہیں لیکن یہ تو بتایئے کہ اگر آپ جھوٹے تھے تو خدا تعالیٰ یہ بات پوری نہ ہونے دیتا۔ اوّل تو آپ شادی ہی نہ کرتے یا اگر شادی کرتے تو آپ کی بیوی مر جاتی یا وہ اچھے خاندان میں سے نہ ہوتی یا اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی یا اولاد پیدا ہوتی تو وہ مر جاتی لیکن وجہ کیا ہے کہ ایک شخص خدا تعالیٰ پر افتراء بھی کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب باتیں اُس کی ذات میں پوری کر دیتا ہے۔ یا مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آنے والے مسیح اور مہدی کے زمانہ میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا [۱۵] اور فرمایا یہ ایک ایسی آیت [۱۵-A] ہے کہ یہ کسی اَور مدعی نبوت پر پوری نہیں ہوئی۔ یہ بات شیعوں اور سُنیوں سب کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے اور یہ ۱۸۹۴ء میں پوری ہوئی۔

گجرات کا واقعہ ہے کہ ایک مولوی کہتا رہتا تھا مرزا سچا کیسے ہوسکتا ہے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ جب مسیح آئے گا سورج اور چاند کو گرہن لگے گا اور ایسا گرہن اس سے قبل کسی مدعی نبوت کے زمانہ میں نہیں لگا ہوگا۔ جب یہ گرہن لگا تو اس مولوی کے ہمسایہ میں ایک احمدی رہتا تھا اُس نے بتایا کہ وہ مولوی کوٹھے پر کھڑا ہوا سورج گرہن دیکھتا جاتا اور کہتا جاتا اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ نہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے جس کے نتیجہ میں لوگ ہدایت پا جائیں گے بلکہ وہ کہتا تھا کہ اس کے نتیجہ میں لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو جھوٹا ہوتا ہے اُس پر سچوں والی علامتیں کیسے پوری ہوسکتی ہیں۔ مثلاً حکومت ہے وہ افسر مقرر کرتی ہے اور اس کی علامتیں مقرر کرتی ہے۔ وہ گزٹ شائع کرتی ہے کہ فلاں افسر فلاں جگہ مقرر کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک ڈپٹی کمشنر ہے۔ حکومت کہتی ہے فلاں شخص کو فلاں ضلع میں ڈپٹی کمشنر مقرر کیا جاتا ہے سب محکمے اس کے ماتحت ہوں گے۔ تحصیلدار، ضلعدار، گرداور اور پٹواری سب اس کے تابع ہوں گے۔ اس کے بعد ایک شخص آتا ہے۔ گزٹ میں اُس کا نام چھپ جاتا ہے۔ سب محکمے اُس کی اطاعت کرتے ہیں لیکن لوگ کہتے ہیں یہ جھوٹا ہے۔ بھلا گورنمنٹ ایسا کرنے دیتی

ہے؟ اگر کوئی شخص جعلی طور پر اپنے آپ کو افسر ظاہر کرے گا تو وہ فوراً اُسے گرفتار کر لے گی۔ اور اگر کوئی حکومت ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی تو کیا خدا تعالیٰ اتنا ہی کمزور ہے کہ ایک شخص اُس پر الزام لگاتا ہے اور افتراء کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے وحی کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سب پیشگوئیاں اُس کی ذات میں پوری کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُس زمانہ میں عیسائیوں کا زور ہوگا اور عیسائیوں کا زور ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُس زمانہ میں یاجوج اور ماجوج چاروں طرف سے پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کی لہروں پر سے گزر کر دنیا پر قابض ہو جائیں گے اور وہ قابض ہو جاتے ہیں لیکن لوگ کہہ دیتے ہیں یہ شخص جھوٹا ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے کہ کسی بُزدل کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ لڑائی میں اسے ایک تیر آ لگا اور اس کے جسم سے خون بہنے لگا۔ وہ بُزدل تو تھا ہی۔ تیر لگنے کے بعد وہ میدان میں کیسے ٹھہر سکتا تھا۔ وہ بے ساختہ پیچھے کو بھاگا۔ وہ دَوڑتا چلا جاتا تھا اور کہتا چلا جاتا تھا یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔ تیر تو جسم میں لگ چُکا تھا اور خون بہہ رہا تھا۔ اب اس کے کہنے سے کہ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو، خواب کیسے بن سکتا تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ ایک شخص پر سب علامات پوری ہو چکی ہوں لیکن لوگ کہیں یا اللہ! یہ جھوٹا ہی ہو۔ یا اللہ! یہ جھوٹا ہی ہو۔ یہ باتیں بھلا ہو سکتی ہیں؟ مومن تو خوش ہوتا ہے کہ یہ باتیں پوری ہو جائیں۔ پس جاؤ اور لوگوں کو بتاؤ کہ بخاریؒ اور مسلمؒ یہ یہ کہتے ہیں اور یہ سب کچھ پورا ہو گیا ہے۔ اب کیا ہم اُس وقت موجود تھے کہ ہم نے خود یہ باتیں انہیں لکھوا دیں؟ اور اگر ہم اُس وقت موجود نہ تھے تو پھر آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے میں انکار کیا ہے؟ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [16] یاجوج اور ماجوج پہاڑی رستہ سے بھی آئیں گے اور نشیب کے رستہ سے بھی۔ وہ سمندر کے رستہ سے بھی آئیں گے اور خشکی کے رستہ سے بھی۔ اور ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ بائیبل میں لکھا ہے:

''دیکھو اے جُوج، روش اور مسکہ اور توبل کے فرماں روا! مَیں تیرا مخالف ہوں اور مَیں تجھے پھرا دوں گا اور تجھے لئے پھروں گا۔ اور

شمال کی دُور اطراف سے چڑھا لاؤں گا۔‘‘ ےا

یہ سب باتیں پہلے سے لکھی ہیں۔اگر ان میں سے ایک بات پوری ہوگئی تو یقیناً دوسری بات بھی ٹھیک ہے۔اگر روس کا ذکر آ گیا تو یقیناً دوسرا فریق برطانیہ اور امریکہ ہے۔

یہ حزقیل علیہ السلام کی پیشگوئی ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ یأجوج اور مأجوج تمام دنیا پر چھا جائیں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں پوری ہوگئی ہیں۔آج سے سَو سال قبل کیا کسی کے وہم میں بھی آ سکتا تھا کہ روس اِس طرح ترقی کر جائے گا۔مَیں اس صدی والوں کو کہتا ہوں کہ ۱۹۰۴ء میں جاپان نے روس کو کس طرح گرایا تھا۔اُس وقت کیا کوئی خیال بھی کر سکتا تھا کہ ایک دن روس اتنا زور پکڑ جائے گا کہ دوسری حکومتیں اس سے لرزنے لگ جائیں گی۔لیکن نوشتوں میں لکھا تھا کہ تُو دنیا میں پھیلے گا اور مَیں تجھے تباہ کروں گا اور ادھر یاجوج کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سمندروں کی لہروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے گزر کر دنیا میں چھا جائے گا۔یہ کتنی صاف پیشگوئی ہے۔کیا تم اسے قرآن کریم سے نکال دو گے؟ یا تو تم کہو یہ غلط ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے تو غلط کیسے ہو سکتی ہے۔یہ تو وہی بُزدل والی بات ہے کہ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔ایک قوم جس کا نام بائبل میں آتا ہے وہ دنیا میں پھیل گئی۔پھر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی اور وہ پوری ہوگئی۔اب کیا تم یہ کہو گے کہ قرآن کریم اور بائیبل جھوٹے ہیں اس لئے کہ مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہو جائیں۔اسلامی طریق تو یہ تھا کہ تم کہتے۔مرزا صاحب سچے ہی سہی کیونکہ اس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سچے ثابت ہوتے ہیں۔

ایک راجہ نے ایک دن دربار میں ذکر کیا کہ مَیں نے بینگن کھائے ہیں مجھے بہت مزہ آیا۔بینگن بڑی لذیذ سبزی ہے۔ایک درباری کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا۔ہاں ہاں۔حضور! بینگن بڑی لذیذ چیز ہے۔وہ طب بھی پڑھا ہؤا تھا۔اُس نے کہا اِس میں یہ یہ خوبیاں ہیں۔پھر کہا حضور! اس کی شکل دیکھیں۔تو بالکل یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی صوفی سبز جُبہ پہنے نماز کے لئے کھڑا ہو۔چند دنوں کے بعد راجہ نے دربار میں کہا مَیں نے بینگن

کھائے تو مجھے بواسیر ہوگئی۔ مَیں سمجھتا تھا کہ یہ بہت اچھی چیز ہے لیکن اب معلوم ہؤا ہے کہ یہ بڑی ناقص چیز ہے۔ اب ہر چیز میں بُرائیاں بھی ہوتی ہیں اور خوبیاں بھی۔ سنکھیا کو دیکھ لو سنکھیا مارتا بھی ہے اور زندہ بھی کرتا ہے۔ اِسی طرح دوسری چیزوں کا حال ہے۔ لیکن جب راجہ نے کہا کہ مَیں نے بینگن کھائے تو مجھے تکلیف ہوگئی یہ بہت ناقص سبزی ہے تو وہی درباری اُٹھا اور اُس نے کہا۔ ہاں ہاں حضور! یہ بڑی ناقص چیز ہے اِس میں یہ یہ بُرائیاں ہیں اور پھر یہ بیل پر لٹکا ہؤا بالکل یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی چور کا منہ کالا کر کے اُسے سُولی پر لٹکا دیا جائے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ اگلے دن تو تُو نے بینگن کی اِتنی تعریف کی تھی کہ حد نہ رہی اور آج اتنی مذمت کی کہ گویا اِس جیسی خراب چیز دنیا میں کوئی نہیں۔ اُس نے کہا مَیں راجہ کا نوکر ہوں بینگن کا نہیں۔ اِسی طرح مَیں کہتا ہوں۔ اے بھائیو! تمہیں اِس سے کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا نہیں؟ تم تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آج تم یہ اعتراض کرتے ہو کہ آپ حدیث اور سُنت کے خلاف جاتے ہیں حالانکہ آپؑ حدیث وسُنت سے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلائل دیتے تھے۔ پھر آپ حنفیوں میں پیدا ہوئے اس طرح آپ ان کے عقیدوں سے واقف تھے۔ اُن دنوں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بڑے عالم سمجھے جاتے تھے۔ وہ اعتراض کرتے وقت کہتے تھے کہ قرآن کریم میں یہ لکھا ہے، حدیث میں یہ لکھا ہے، سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن وحدیث سے ہی ان اعتراضات کے جوابات دیتے تھے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل ایک دفعہ اتفاق سے قادیان آئے اور کسی کام کے لئے لاہور ٹھہر گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لاہور آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے خیال کیا کہ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب ہیں ان سے مباحثہ ہو جائے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے اشتہار بازی شروع کر دی۔ حضرت مولوی صاحب کی دو ماہ کی رُخصت تھی اور وہ لاہور میں ہی ختم ہوگئی۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کہتے تھے کہ احادیث سے حیات و وفاتِ مسیح پر بحث ہونی

چاہئے اور حضرت خلیفہ اوّل فرماتے تھے کہ قرآن سے بحث ہو۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے تنگ آ کر اِتنی بات مان لی کہ اِس بحث میں بخاری کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔

ایک دوست نظام الدین تھے اُنہیں حج کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اُنہوں نے دس حج کئے تھے۔ وہ بمبئی تک پیدل جاتے اور آگے جہاز کے ذریعہ سفر کرتے۔ انہوں نے براہین احمدیہ پڑھی ہوئی تھی اور اُنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دونوں سے عقیدت تھی۔ جب لوگ یہ شور مچاتے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں قرآن کریم کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ مرزا صاحب قرآن و حدیث کے بلند پایہ عالم ہو کر اِتنی بڑی غلطی کے کس طرح مرتکب ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ وہ حج کے لئے گئے تھے۔ جب واپس لَوٹے تو کسی شخص نے اُن سے اِس بات کا ذکر کر دیا کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور یہ امر قرآن کریم سے ثابت ہے۔ انہوں نے کہا مرزا صاحب میرے دوست ہیں مَیں جانتا ہوں کہ وہ بہت بڑے عالم ہیں اور قرآن و حدیث کے مسائل سے واقف ہیں، وہ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ وہ کہنے لگے یا تو مرزا صاحب نے یہ کہا نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور اگر کہا ہے تو مَیں اُن کے پاس جاؤں گا اور اُنہیں کہوں گا کہ وہ ایسا دعویٰ نہ کریں اور وہ مان لیں گے۔ چنانچہ وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ مَیں حج پر گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو مَیں نے یہ عجیب بات سُنی کہ آپ نے فرمایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں مَیں نے یہ بات کہی ہے۔ انہوں نے کہا مَیں تو لوگوں سے کہہ آیا ہوں کہ مَیں مرزا صاحب سے کہوں گا کہ آپ یہ دعویٰ نہ کریں اور اگر وہ نہ مانے تو مَیں کہوں گا کہ اگر یہ امر قرآن کریم سے ثابت نہ ہو سکے تو آپ لاہور یا دہلی کی کسی مسجد میں توبہ کا اعلان کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں اگر یہ امر قرآن کریم سے ثابت نہ ہوا تو مَیں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اُنہوں نے کہا اچھا میری تسلی ہو گئی ہے۔ مَیں نے مولویوں

سے کہا ہے کہ وہ قرآن کی تین سَو آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کر کے دکھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تین سَو آیات کی کیا ضرورت ہے اِس کے لئے تو ایک آیت بھی کافی ہے۔ میاں نظام الدین صاحب کو شُبہ پڑا کہ شاید قرآن کریم میں حیاتِ مسیح کے متعلق تین سَو آیات نہ ہوں۔ اس لئے انہوں نے کہا اچھا دوسَو آیات سے ہی وہ حیاتِ مسیح ثابت کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا کہ اس کے لئے ایک آیت بھی کافی ہے دوسَو کی ضرورت نہیں۔ اِنہیں پھر شُبہ پڑا کہ شاید قرآن کریم میں حیاتِ مسیح کو ثابت کرنے کے لئے دوسَو آیات بھی نہ ہوں اس لئے انہوں نے کہا۔ اچھا وہ ایک سَو آیات سے حیات مسیح ثابت کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کے لئے ایک آیت ہی کافی ہے۔ پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نیچے اُترتے گئے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے لوط علیہ السلام کی بستی کے متعلق فرمایا تھا کہ خدایا! اگر اس میں اتنے لوگ تُجھ پر یقین رکھنے والے ہوں تو کیا پھر بھی تُو اِسے تباہ کر دے گا۔ تو خدا تعالیٰ نے کہا اگر اتنے لوگ ہوں تو مَیں انہیں ضرور معاف کر دوں گا۔ اس سے آپؑ کو شُبہ ہؤا کہ شاید اس بستی میں اتنے مومن نہ ہوں۔ اس لئے آپ آہستہ آہستہ نیچے اُترتے گئے یہاں تک کہ آپ دس تک آ گئے اور خدا تعالیٰ نے کہا ابراہیم! اگر اس میں دس مومن بھی ہوں تب بھی مَیں اس بستی کو تباہ نہیں کروں گا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہؤا کہ اس بستی میں دس مومن بھی نہیں تو آپ نے دُعا کرنی چھوڑ دی اِسی طرح میاں نظام الدین صاحب بھی دس آیات پر آ گئے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ نہیں دس آیات کا کیا سوال ہے وہ ایک سے ہی حیاتِ مسیح ثابت کر دیں تو وہ کہنے لگے آخر قرآن کریم میں حیات مسیح کو ثابت کرنے والی اتنی کم آیات تو نہیں ہوں گی۔ بہرحال وہ خوشی خوشی لاہور پہنچے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی چینیاں والی مسجد میں بیٹھے تھے اور وہ دن وہ تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اُن کی یہ بات مان لی تھی کہ قرآن کریم کے علاوہ آپ بخاری بھی پیش کر سکتے ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بہت خوش تھے کہ وہ بالآخر

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو احادیث کی طرف لے ہی آئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو خود نمائی کا بڑا شوق تھا وہ اپنے شاگردوں کو بتا رہے تھے کہ مولوی نورالدین مرزا صاحب کا شاگرد ہے اور بہت بڑا طبیب ہے۔ مَیں نے اُسے یُوں رگیدا اور یُوں لتاڑا اور آخر وہ احادیث کی طرف آ ہی گیا۔ اتنے میں میاں نظام الدین صاحب جا پہنچے اور اُنہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ یونہی کام خراب کر دیتے ہیں۔ مرزا صاحب تو سیدھے سادھے آدمی ہیں اور وہ قرآن کریم کو مانتے ہیں۔ مَیں انہیں ابھی منوا آیا ہوں کہ اگر قرآن کریم میں سے ہم دس آیات بھی حیاتِ مسیح کی نکال دیں تو وہ دہلی یا لاہور کی کسی مسجد میں وفاتِ مسیح کے عقیدہ سے توبہ کر لیں گے اور یہ دس آیات بھی مَیں نے ہی کہی ہیں ورنہ وہ تو کہتے تھے کہ تم حیاتِ مسیح کی ایک ہی آیت قرآن کریم سے نکال دو۔ آپ مولوی نورالدین صاحب سے جھگڑا کرنا چھوڑ دیں اور دس آیات حیات مسیح کی مجھے بتا دیں۔ مَیں ابھی مرزا صاحب سے توبہ کروا لیتا ہوں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی غصہ میں آکر کہنے لگے تمہیں کس نے کہا تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتے۔ مَیں مولوی نورالدین کو گھسیٹ کر حدیث کی طرف لایا ہوں اور تم پھر بحث کے لئے قرآن کریم کو بیچ میں لے آئے ہو۔ میاں نظام الدین صاحب اس صدمہ میں چند منٹ تک بالکل خاموش بیٹھے رہے پھر کہنے لگے۔ اچھا مولوی صاحب! اگر یہ بات ہے تو پھر جدھر قرآن ہے اُدھر مَیں۔ اور اس کے بعد قادیان جا کر اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔

پس حقیقت یہی ہے کہ جو مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت رکھتا ہے اُس کے دل میں یہی ہے کہ جدھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اُدھر ہی مَیں ہوں۔ تم جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ لوگ تمہیں دھوکا دیتے ہیں اور تم دھوکا میں آکر ہماری مخالفت کرتے ہو۔ تم ان کے سامنے قرآن کریم رکھو اور کہو ہم پر کیا الزام رکھتے ہو۔ قرآن کریم میں سب کچھ لکھا ہے اسے پڑھو اور پھر اس پر عمل کرو۔ ان کے سامنے احادیث رکھو اور کہو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ سب احادیث میں پہلے سے موجود ہے ہم نے اپنے پاس سے یہ عقیدہ نہیں

گھڑ لیا بلکہ آج سے کئی سَو سال پہلے یہ بات احادیث میں لکھی ہوئی موجود تھی۔ اس طرح ایک شخص جس کے اندر کفر اور ارتداد پیدا نہیں ہؤا وہ جب دیکھے گا کہ خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِسی طریق کے اختیار کرنے پر خوش ہیں تو اُس کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا جس طرح میاں نظام الدین صاحب نے کہا تھا کہ جدھر قرآن اُدھر مَیں۔ اِسی طرح یہ لوگ بھی کہیں گے کہ جدھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر ہم۔ اور تم دیکھو گے کہ جو لوگ آج قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہاری چائے نہیں پئیں گے، تمہیں ماریں گے اور تمہارا بائیکاٹ کریں گے، وہ تمہارے ساتھ چمٹ جائیں گے اور کہیں گے جدھر قرآن اُدھر ہم۔ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے دُشمنی نہیں۔ انہیں یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے دُشمن ہو۔ تم ان پر یہ ثابت کر دو کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے دُشمن نہیں، دوست ہیں۔ پھر ان کے دل صاف ہو جائیں۔ ابھی مسلمانوں کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چنگاری موجود ہے تم اِسے ٹھنڈا کرنے کی بجائے گرم ہوا دو، یہ مخالفت خود بخود دہٹ جائے گی۔

مَیں یہاں آیا تو بیماری کی حالت میں ہوں اور جب کہ آپ دوستوں کو محسوس ہو رہا ہوگا کہ میرا گلہ بیٹھ رہا ہے اور مَیں بولنا نہیں چاہتا تھا لیکن جبکہ مَیں نے بتایا ہے مَیں مدتوں کے انتظار کے بعد اِس بستی میں آیا ہوں۔ اس بستی سے مجھے روحانی اور جسمانی تعلق ہے۔ اس بستی کے ایک معزز گھرانے کی لڑکی میری بیوی تھی اور اس بیوی سے میری اولاد بھی ہے۔ پھر اِس بستی کے ایک معزز شخص سے مَیں نے قرآن کریم پڑھا۔ بخاری پڑھی اور دینی علوم سیکھے۔ پس اِس بستی سے مجھے روحانی اور جسمانی نسبت ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ جس بات کو مَیں سچا سمجھتا ہوں اُس کو یہاں رہنے والے لوگ بھی سچا سمجھنے لگ جائیں اور جس طرح ان کا حق ہے کہ وہ مجھے کہیں تم غلطی پر ہو، ہم سچ کہتے ہیں اِسی طرح میرا بھی حق ہے کہ مَیں انہیں کہوں مَیں حق پر ہوں، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ یہ ناپسندیدہ امر ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ مجھے تو تمہیں غلطی میں مُبتلا سمجھنے کا حق ہے لیکن تمہیں ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں۔ کوئی مذہب ایسا نہیں جس کا تم نام لو اور مَیں نے اُس کی کتابیں

نہ پڑھی ہوں ۔ ایک شخص جو پاگل ہے وہ مولوی محمد علی صاحب کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے وہ کبھی کبھی مجھے بھی خط لکھ دیتا ہے اور اُس کی نقل مولوی محمد علی صاحب کو بھیج دیتا ہے اور کبھی مولوی محمد علی صاحب کو خط لکھتا ہے اور اس کی نقل مجھے بھیج دیتا ہے ۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کیا آپ میرے خطوط پڑھتے ہیں؟ مَیں نے کہا ہاں ۔ اُس نے کہا اچھا آپ میرے خطوط پڑھتے ہیں؟ مَیں نے کہا جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے یوں کہا ہے تو مَیں اس کے خط کیوں نہ پڑھوں ۔ وہ حق پر ہو یا نہ ہو لیکن میرا فرض ہے کہ وہ چیز جسے وہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے، ضرور پڑھوں ۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کے پاس گیا اور اُنہیں کہنے لگا آپ بڑے تنگ دل واقع ہوئے ہیں ۔ مَیں آپ کا مرید تھا لیکن آپ میرے خطوط نہیں پڑھتے اور جس کا مَیں مرید نہیں تھا وہ کہتا ہے کہ مَیں تمہارے خطوط پڑھتا ہوں ۔

غرض مَیں نے دنیا کے ہر مذہب کا لٹریچر پڑھا ہے ۔ مَیں نے سُنّیوں کا لٹریچر پڑھا ہے، مَیں نے شیعوں کا لٹریچر پڑھا ہے، مَیں نے خارجیوں کا لٹریچر پڑھا ہے، ہندوؤں، زرتشتیوں اور عیسائیوں کا لٹریچر مَیں نے پڑھا ہے ۔ مجھے جب خدا تعالیٰ کہے گا بتاؤ تمہیں کس طرح پتہ لگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ہیں تو مَیں کہوں گا مَیں نے ہر مذہب کی کُتب کا مطالعہ کیا ہے اور ان سے مجھے یہی معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن جس نے دوسرے مذاہب کا لٹریچر نہیں پڑھا وہ خدا تعالیٰ کو کیا جواب دے گا ۔ خدا تعالیٰ کہے گا مان لیا سُنّی مذہب سچا ہے لیکن جب تم نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر شائع کردہ نہیں پڑھا تو تمہیں یہ کس طرح پتہ لگا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ۔ ظاہر ہے کہ وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ فرماتے تو ابوجہل اور اس کے ساتھی شور مچاتے جاتے تھے اور آپ کی بات نہیں سُنتے تھے ۔ اب خواہ وہ اپنے خیال میں سچے بھی ہوں، پھر بھی وہ خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سُنا ہی نہیں اور اُس پر غور نہیں کیا ۔ پس مَیں جھوٹا سہی، احمدیت جھوٹی سہی لیکن خدا تعالیٰ کے

سامنے تم کیا جواب دو گے؟ اگر تم نے احمدیت کا لٹریچر پڑھا تھا اور پھر تم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے میں غلطی ہو جاتی تو تم کہہ سکتے تھے خدایا! ہم نے اُن کے عقائد کو بغور پڑھا تو تھا لیکن ہم نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ یہ جھوٹے ہیں۔ خدا تعالیٰ کہے گا اچھا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے اور یہ بات قابلِ معافی ہے لیکن ایک شخص اگر یہ کہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا تھا اور اُس نے کہا تھا کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں لیکن مَیں نے اُسے پرے دھکیل دیا اور کہا تم جھوٹ بولتے ہو تو خدا تعالیٰ کہے گا تم نے میری ہتک کی۔ ایک شخص نے تمہارے سامنے یہ کہا کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے یوں کہا ہے لیکن تم نے اس کی بات کو نہ سُنا اور اُسے ردّ کر دیا۔ ایک شخص اگر ایسی بات کہتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ یہ محض افتراء ہے تو تم اسے سمجھا دو کہ میاں! یہ بات درست نہیں لیکن اس کی بات تو سُن لو۔ کیونکہ اگر تم اس کی بات سنتے ہی نہیں تو خدا تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے کہ اسے ہم نے کیوں ردّ کر دیا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ فرمایا کرتے تھے تو مکّہ والوں نے لوگوں کو یہ سکھا دیا تھا کہ جب یہ وعظ کرے تو تم وہاں سے چلے جاؤ یا کانوں میں اُنگلیاں ڈال لو اور اس کی بات نہ سُنو۔ ۱۳ سال تک آپ نے تبلیغ کی اور مصائب اور تکالیف کا مقابلہ کیا۔ ایک دفعہ حج کے موقع پر جب لوگ کثرت سے مکّہ میں جمع ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کچھ آدمیوں کو کھڑا دیکھتے اُنہیں تبلیغ کرنے لگ جاتے۔ بعض لوگ آپ کی بات سُنتے اور حیرت کا اظہار کر کے علیحدہ ہو جاتے اور بعض لوگ باتیں سُن رہے ہوتے تو مکّہ والے اُن کو ہٹا دیتے اور بعض لوگ جو مکّہ والوں سے آپ کی باتیں سُن چُکے ہوتے وہ ہنسی اُڑا کر آپ سے جُدا ہو جاتے۔ اِسی دوران میں آپ کی نظر مدینہ کے سات افراد پر پڑی۔ مکّہ والے اِرد گرد بھاگتے پھرتے تھے اور جس طرح ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ احمدیوں کی چائے شراب سے بدتر ہے وہ بھی لوگوں کو آپ کے خلاف بھکاتے تھے اور آپ کی باتیں سُننے سے منع کرتے تھے۔ سب لوگوں نے آپ کو ردّ کر دیا لیکن جب آپ مدینہ والوں کے پاس گئے تو اُنہوں نے آپ کی باتیں سُننے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اُنہوں

نے آپ کی باتیں سُنیں اور متأثر ہوئے اور کہا اِس سال ہم تھوڑی تعداد میں آئے ہیں اگلے سال ہم زیادہ تعداد میں آئیں گے اور آپ کی باتیں سُنیں گے۔ چنانچہ اگلے سال بارہ(۱۲) آدمی آئے۔ آپ کی باتیں اُن کے دلوں میں گھر کر گئیں اور وہ آپ کی بیعت کر کے واپس چلے گئے اور اگلے سال اِس سے بھی زیادہ تعداد میں آنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اگلے سال ایک بڑا قافلہ آیا جس میں عورتیں اور بچے بھی تھے لیکن مخالفت کا اتنا جوش تھا کہ مشرکینِ مکّہ چونکہ لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہیں سُننے دیتے تھے اِس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ عقبہ میں مدینہ سے آنے والوں سے رات کے بارہ(۱۲) بجے ملاقات فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب آپ کی باتیں سُنیں تو اُنہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہ! آپ نے جو کچھ بیان کیا وہ سب ٹھیک ہے ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اُن کی بیعت لے لی۔ حضرت عباسؓ کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لے گئے تھے۔ حضرت عباسؓ آپ سے دو سال بڑے تھے اور دل سے آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ جب وہ لوگ بیعت کر چکے تو اُنہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہ! اِس بستی نے آپ کو قبول نہیں کیا آپ ہماری بستی میں آ جائیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ آسان بات نہیں۔ مکّہ والوں کو پتہ لگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے ہیں تو وہ مدینہ پر حملہ کر دیں گے۔ تم پہلے سوچ سمجھ لو ایسا نہ ہو کہ پھر مقابلہ سے گریز کرو۔ اُنہوں نے کہا ہم نے خوب سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ ہم بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ حضرت عباس نے کہا اچھا معاہدہ کر لو۔ چنانچہ ایک معاہدہ ہؤا کہ اگر مدینہ میں آپؐ پر یا مہاجرین پر کسی نے حملہ کیا تو ہم آپؐ کی حفاظت کریں گے لیکن اگر مدینہ کے باہر کوئی لڑائی ہوئی تو ہم مدافعت کے ذمہ دار نہیں ہوں گے کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اتنے میں کسی نے کفارِ مکّہ کو یہ خبر دے دی کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا ہے اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہا ہے، ان کا جلدی کوئی انتظام کرنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ بات پہنچ گئی اور آپ نے خیال کیا ایسا نہ ہو کہ وہ مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچائیں

اس لئے آپ نے فرمایا اب گفتگو ختم کر دینا چاہئے اور یہاں سے چلے جانا چاہئے لیکن مدینہ والے اب ایمان لاچکے تھے اور موت اُن کی نظروں میں حقیر ہو چکی تھی۔ اُنہوں نے کہا ہم کمزور نہیں ہم بھی عرب ہیں اگر مشرکینِ مکّہ نے ہمیں کوئی نقصان پہنچانا چاہا تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے اور آپ پر جو اُنہوں نے ظلم کئے ہیں ان کا بدلہ لیں گے۔ جب آپ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد آپؐ جنگ بدر کے لئے باہر نکلے تو خدا تعالیٰ نے الہاماً آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کا مقابلہ قافلہ سے نہیں ہوگا بلکہ مکّہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ ہوگا۔ اُس وقت آپ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ اب قافلہ کا کوئی سوال نہیں صرف فوج ہی کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا آپ لوگ اس کے لئے تیار ہیں؟ اِس پر ایک کے بعد دوسرا مہاجر کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اگر دُشمن ہمارے گھروں پر چڑھ آیا ہے تو ہم اس سے ڈرتے نہیں ہم اس کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ مگر ہر ایک کا جواب سُن کر آپ یہی فرماتے کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ مدینہ کے لوگ اُس وقت تک خاموش بیٹھے تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ مجھے مشورہ دو تو ایک انصاری کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مشورہ تو آپ کو مل رہا ہے مگر پھر بھی جو آپؐ بار بار مشورہ طلب فرما رہے ہیں تو شاید آپ کی مراد ہم باشندگانِ مدینہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! شاید آپ اس لئے ہمارا مشورہ طلب فرما رہے ہیں کہ آپؐ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہمارے اور آپ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ اگر مدینہ میں آپؐ پر اور مہاجرین پر کسی نے حملہ کیا تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن اگر مدینہ کے باہر کوئی لڑائی ہوئی تو ہم اس میں حصّہ لینے کے پابند نہیں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! جس وقت یہ معاہدہ ہوا تھا، اُس وقت ہم پر آپؐ کی حقیقت پورے طور پر روشن نہیں ہوئی تھی لیکن اب جبکہ ہم نے آپ کے معجزات اور نشانات دیکھ لئے ہیں ہم پر آپؐ کا مرتبہ اور آپ کی شان پورے طور پر ظاہر ہو چکی ہے، یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اب اُس معاہدہ کا کوئی سوال نہیں۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کے

ساتھیوں کی طرح آپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝۲۵ [۱۸] کہ جا تُو اور تیرا رب دُشمن سے لڑتے پھرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! دُشمن آپؐ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو رَوندتا ہوُا نہ آئے۔ پھر اس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! جنگ تو ایک معمولی بات ہے۔ یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر سمندر ہے۔ آپ ہمیں حکم دیں کہ سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دو تو ہم بِلا دریغ سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں گے۔ یہ کتنا بڑا تغیر ہے جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد صحابہؓ کے اندر پیدا ہو گیا۔

پس حقیقت یہ ہے کہ لوگ احمدیت سے ناواقف ہیں اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اُن پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اِس تاریک زمانہ میں اُس نے اپنا ایک مأمور بھیجا تا کہ وہ اسلام کو باقی ادیان پر غالب کر دے۔ ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ مان لیا ہم قرآن کریم کے منکر ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں لیکن یہ تو بتاؤ کہ ہم نے امریکہ اور لنڈن میں مسجدیں بنائی ہیں کیا مسجدیں کافر بناتے ہیں؟ پھر یہ بتاؤ کہ دوسرے فرقوں کے نوجوان لہو ولعب میں اپنا وقت بسر کر رہے ہیں لیکن ہمارے نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے محض خدا تعالیٰ کی خاطر باہر نکل گئے ہیں اور وہ کافروں کو مسلمان بنا رہے ہیں کیا یہ کام کافر کرتے ہیں؟ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا صرف کافر کو ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہے، مومن کو آپؐ سے عشق نہیں؟

مَیں نے ایک دفعہ مخالفین کو یہ دعوت دی تھی کہ تم بھی تبلیغ کی غرض سے باہر نکل کھڑے ہو اور ہم بھی تبلیغ کے لئے باہر نکل آتے ہیں پھر دیکھیں گے کہ کس کی کوشش کے نتیجہ میں اسلام پھیلتا ہے لیکن اس چیلنج کا جواب موصول نہیں ہوُا۔ اگر ان کے پاس سچائی ہے تو وہ میدان میں کیوں نہیں آئے؟ یہ سیدھی بات ہے کہ جو لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں اور عشقِ رسول کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اسلام کی اشاعت کے لئے باہر نکل کھڑے ہوں، ہم بھی باہر نکلتے ہیں۔ اگر ہم جھوٹے بھی ہوئے تب بھی اسلام کے لئے بہر حال یہ طریق

مفید ہوگا اور دنیا کو پتہ لگ جائے گا کہ اسلام کے لئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کون قربانی کرتا ہے اور محض زبانی دعووں پر کون اکتفا کرتا ہے لیکن ہوتا کیا ہے کہ بجائے اِس کے کہ یہ لوگ میرا چیلنج قبول کرتے ، ہمارے خلاف جلسے کرتے ہیں اور تقریروں میں یہ فتوے صادر کرتے ہیں کہ احمدیوں کی چائے شراب سے بھی بدتر ہے۔ شراب پی جاسکتی ہے لیکن اِن کی چائے پینا جائز نہیں۔ کیا اِن فتوؤں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

اسلام کو اگر فائدہ پہنچ سکتا ہے تو اِس طرح کہ میرا مبلّغ اگر دس مسلمان بناتا ہے تو یہ بیس مسلمان بنائیں۔ میرا مبلّغ اگر ایک روٹی کھا کر گزارہ کرتا ہے تو یہ آدھی روٹی کھائیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو کیا میری آنکھیں کُھل نہ جائیں۔ یہ کتنا بڑا نشان ہوگا تمہاری صداقت کا اور اِس سے اسلام کو کتنا بڑا فائدہ پہنچے گا۔ ہماری لڑائی بھی ختم ہو جائے گی اور مقابلہ بھی ہو جائے گا۔ مثلاً یہ تو شاندار مقابلہ ہوگا کہ دریا کا بند ٹُوٹ جائے تو کون دریا کا بند باندھتا ہے لیکن اگر ہم بند بنانے سے پہلے آپس میں لڑ پڑیں اور لوگ پانی کی رَو میں آکر تباہ و برباد ہو جائیں تو کیا یہ خدمتِ خلق ہوگی؟

غرض اگر یہ لوگ اپنے دعووں میں سچے ہیں تو یہ بھی تبلیغ کے لئے باہر نکل جائیں اور ہم بھی تبلیغ کے لئے باہر جاتے ہیں۔ پھر جو فریق جیت جائے اُسے حق ہوگا کہ وہ دوسرے کو جھوٹا کہہ سکے اور لوگ بھی سمجھ لیں گے کہ کون جیتا اور کون ہارا۔ اور اِس سے اسلام کو بھی فائدہ پہنچ جائے گا لیکن گالیاں دینے اور اس قسم کے فتوے دینے میں کیا رکھا ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو پتھر نہیں پڑے تھے؟

ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان آئے اور اُنہوں نے ایک لیکچر دیا اور لوگوں کے سامنے یہ بات پیش کی کہ میاں محمود احمد بھی کلکتہ جائیں اور مَیں بھی کلکتہ جاتا ہوں پھر دیکھیں گے کہ کس پر پتھر پڑتے ہیں اور کس پر پُھول برستے ہیں بلکہ اس چیز کا پتہ امرتسر کے اسٹیشن پر ہی لگ جائے گا۔ لوگ اِس بات کو سُن کر نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے۔ اُن کی اِس بات کا جواب مَیں نے اُسی دن عصر کے وقت دیا کہ مولوی صاحب نے خود ہی

اِس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے مجھے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا ہے کہ کلکتہ تک جا کر ہم دیکھتے ہیں کہ پتھر کس پر پڑتے ہیں اور پُھول کس پر برسائے جاتے ہیں۔ آپ عالم آدمی ہیں تاریخ نکال کر دیکھیں کہ مکّہ والے پتھر کس کو مارتے تھے اور پُھول کس پر پھینکتے تھے۔ اگر پتھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑتے تھے اور پھول ابوجہل پر پھینکے جاتے تھے تو مَیں سچا اور یہ جھوٹے۔ لیکن اگر پُھول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکے جاتے تھے اور پتھر ابوجہل کو مارے جاتے تھے تو مَیں جھوٹا اور یہ سچے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے تو طائف والوں نے لڑکوں کو اُکسایا اُنہوں نے آپ پر پتھر پھینکنے شروع کئے اور کُتّے آپ کے پیچھے لگا دیئے۔ آپ وہاں سے چلے آئے اور راستہ میں ایک باغ میں پناہ گزین ہوئے۔ آپ کے ساتھ حضرت زیدؓ بھی تھے اور وہ بھی زخمی تھے۔ آپؐ کے پاؤں سے لہو بہہ رہا تھا۔ وہ باغ اتفاقاً آپؐ کے ایک شدید دُشمن کا تھا۔ مکّہ میں زراعت نہیں ہوتی تھی اس لئے بعض لوگوں نے مکّہ سے باہر زمین خرید کر باغات لگائے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ کے کنارے پر بیٹھ گئے اِس لئے کہ اگر آپ اس کے اندر گئے تو باغ کا مالک کیا کہے گا؟ ایسے موقع پر ایک شدید سے شدید دُشمن میں بھی شرافت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اُس باغ کے مالک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت زیدؓ کی یہ حالت دیکھی تو اُس نے کہا ان پر بڑا ظلم ہؤا ہے۔ خود تو اُس سے جرأت نہ ہوئی، اُس نے اپنے ایک غلام کو جو نینوا شہر کا رہنے والا تھا حکم دیا کہ ان کو اچھے اچھے انگور کھِلاؤ۔ وہ غلام انگور لے کر آپ کے پاس گیا۔ اُس نے جب آپ کو سر سے پاؤں تک زخمی دیکھا تو وہ حیران ہؤا اور آپ سے دریافت کرنے لگا کہ یہ کیا ہؤا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ مَیں لوگوں سے کہتا ہوں کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور وہ مجھے پتھر مارتے ہیں۔ وہ غلام عیسائی تھا۔ جب اُس نے آپ سے تمام قصہ سُنا تو عیسائیت کی یاد اُس کے دل میں پھر تازہ ہوگئی۔ اُس نے محسوس کیا کہ اس کے سامنے خدا تعالیٰ کا ایک رسول بیٹھا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس غلام سے کہا

اے میرے بھائی! یونس بن متّی کے بیٹے! میں تمہیں خدا تعالیٰ کی باتیں سُنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اسے تبلیغ شروع کی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اجنبی غلام آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گیا اور آپ کے سر، ہاتھوں اور پَیروں کو بوسہ دینے لگا۔ باغ کے مالک نے پہلے تو ترس کھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انگور بھیجے تھے۔ جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا غلام عقیدت مندانہ طور پر آپ کے پاس بیٹھا ہے تو وہ غضبناک ہو گیا اور اپنے غلام کو بُلا کر کہنے لگا یہ شخص میرا رشتہ دار ہے؟ مَیں جانتا ہوں کہ یہ مجنون ہے۔ اُس غلام نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ اِس کی باتیں تو نبیوں والی معلوم ہوتی ہیں۔

لوگ کہتے ہیں ''جب اُوکھلی میں سر دیا تو موہلوں کا کیا ڈر'' [19] اگر کوئی صداقت کی مخالفت کرتا ہے تو کرے مومن کو مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو جب شہید کیا جارہا تھا تو دیکھنے والوں نے شہادت دی ہے کہ جب آپ پر پتھر برسائے جاتے تھے تو آپ فرماتے تھے اے اللہ! تُو اِن لوگوں پر رحم فرما۔ دراصل ان کو پتہ نہیں کہ مَیں کون ہوں۔ یہ مجھے جھوٹا اور مرتد خیال کرتے ہیں اور اپنے خیال میں ایک نیکی کا کام کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کے اندر سچائی ہوتی ہے وہ کہتا ہے اچھا جتنا ستانا ہے ستالو۔ ہاں اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس سچائی نہیں تو وہ بے شک ڈرے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے عیسائیوں کا جب وفد آیا تو مسجد میں بیٹھ کر گفتگو شروع ہوئی اور گفتگو لمبی ہو گئی۔ وہ باتیں سُنتے رہے۔ آخر اُنہوں نے کہا ہماری نماز کا وقت ہو گیا ہے ہم باہر جا کر نماز ادا کر آئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باہر جانے کی کیا ضرورت ہے ہماری مسجد میں ہی اپنی نماز ادا کر لیں۔ آخر ہماری مسجد خدا تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہی بنائی گئی ہے [20] لیکن اب یہ رواداری لوگوں میں باقی نہیں۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں بعض مساجد پر یہاں تک لکھ دیا گیا ہے کہ اِس مسجد میں کوئی وہابی یا مرزائی داخل نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی اِتباع کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں وہ تو عیسائیوں

سے بھی فرماتے ہیں کہ تم اپنی عبادت ہماری مسجد میں ہی کر لو لیکن یہ لوگ مسلمانوں کو بھی مسجد میں عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اب یہ حدیث میری بنائی ہوئی نہیں۔ مَیں تو اُس وقت موجود ہی نہیں تھا جب بخاری اور مسلم لکھی گئی تھیں بلکہ اُنہیں تو پتہ بھی نہ تھا کہ مَیں کسی زمانہ میں پیدا ہوں گا۔

جب مکّہ فتح ہؤا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند شدید معاندین کے متعلق یہ احکام نافذ فرمائے کہ وہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیئے جائیں ان لوگوں میں ایک عکرمہ بھی تھے جو ابوجہل کے بیٹے تھے وہ ڈر کے مارے مکّہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے ایبے سینیا جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر عکرمہ کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللہ! آپ میرے خاوند کو قتل کرنے کے احکام واپس لے لیں اور اُسے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے مکّہ میں رہنے کی اجازت عطا فرماویں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اگر وہ یہاں آ جائے تو ہم اسے صرف معاف ہی نہیں کریں گے بلکہ اُس کے مذہب میں مداخلت بھی نہیں کریں گے۔ یہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا۔ مگر ہمارے مخالف کہتے تو یہ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا اور سردار ہیں لیکن جو کام یہ لوگ کرتے ہیں وہ آپ کے رویہ کے خلاف ہیں۔ اگر یہ سب لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے کام کرنے لگ جائیں تو دُشمن کس طرح اسلام سے باہر جا سکتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آیا۔ آپ نے اسے کھانا وغیرہ کھلایا اور رات کو وہ وہیں سو گیا لیکن جاتے ہوئے وہ بستر پر پاخانہ کر گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا تم نے اپنے مہمان پر ظلم کیا کہ اسے پاخانہ کرنے کی جگہ نہ بتائی۔ چونکہ اسے پاخانہ کرنے کی جگہ کا پتہ نہیں لگا اس لئے وہ بستر پر ہی پاخانہ پھر گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک عورت کو بُلایا اور اُسے فرمایا تم پانی ڈالتی جاؤ اور مَیں خود کپڑا دھوتا ہوں۔ اُس عورت نے پانی ڈالتے ہوئے کہا کہ خدا تعالیٰ اِس شخص کو غارت کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گالی مت دو پتہ نہیں اُسے کتنی تکلیف ہوئی

ہو۔ یہ آپ کے اخلاق فاضلہ کا ہی نتیجہ تھا کہ لوگ آپ کے پاس آتے اور مسلمان ہوتے جاتے۔ جب نورِ قلب پیدا ہو جائے، جب وسعتِ قلب نصیب ہو جائے، جب روحانیت دکھائی جائے تو کیا کسی کی عقل ماری گئی ہے کہ وہ جہنم میں جائے۔تنور میں جان بوجھ کر کوئی نہیں پڑتا۔ جتنے لوگ جہنم میں جائیں گے غلط فہمی کی بناء پر ہی جائیں گے۔

پس تم ان کے پاس جاؤ اور انہیں سمجھاؤ۔ جب ان کے اندر نورِ ایمان پیدا ہو جائے گا، جب ان کی محبت تیز ہو جائے گی تو جو لوگ آج تمہیں مارنے کا فتویٰ دیتے ہیں اگر کوئی تمہیں پتھر مارے گا تو وہ خود اپنے سینہ پر لیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور وہ جنگِ حنین میں شریک ہؤا لیکن اُس کی نیت یہ تھی کہ جس وقت لشکر آپس میں ملیں گے تو مَیں موقع پا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دوں گا۔ جب لڑائی تیز ہوئی تو اس شخص نے تلوار کھینچ لی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت اکیلے تھے صرف حضرت عباسؓ ساتھ تھے۔ اس شخص نے موقع غنیمت جانا اور آگے بڑھ کر وار کرنا چاہا۔ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الہاماً بتا دیا کہ اس شخص کے اندر کپٹ [۲۱] ہے۔ وہ شخص خود ذکر کرتا ہے کہ مَیں آپ کی طرف بڑھتا گیا اور مَیں خیال کرتا تھا کہ اب میری تلوار آپ کی گردن اُڑا دے گی لیکن جب مَیں آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ اے خدا! تُو اس کو شیطانی خیالات سے نجات دے اور اس کے بُغض کو دور کر دے۔ وہ شخص کہتا ہے مجھے یکدم یوں محسوس ہؤا کہ آپ سے زیادہ پیاری چیز اور کوئی نہیں۔ اِس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھو اور لڑو۔ مَیں نے تلوار سونت لی اور خدا کی قسم! اگر اُس وقت میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور وہ میرے سامنے آ جاتا تو مَیں اپنی تلوار اِس کے سینہ میں بھونک دینے سے بھی دریغ نہ کرتا۔[۲۲] یہ محبت ہے جس نے اُس کی دُشمنی کو دُور کر دیا۔

پس تم تبلیغ کرو اور نرمی سے سمجھاؤ اور دُعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے اندر بھی محبت پیدا کرے۔ ان کی دنیاداری بُغض اور کینہ و فساد کی آگ کو مٹا دے۔ اِنہیں ایمان

بخشے۔ اِنہیں اسلام کی محبت بخشے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ بخشے اور بجائے اِس کے کہ یہ ہمیں مارتے پھریں یہ بھی آگے بڑھیں اور عیسائیت کے سینے میں خنجر بھونک دیں۔ (الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۲ء)

۱: ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب مؤاکلۃ الحائض و مجامعتھا
۲: بخاری کتاب المرضٰی باب مَا رُخِّصَ لِلْمَرِیْضِ اَنْ یَقُوْلَ اِنِّی وَجِعٌ
۳: بخاری کتاب الجنائز باب یعذب المیت ببعض بکاء اھلہٖ
۴: السیرۃ الحلبیۃ جلد۲ صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء
۵: اوچی: ہتھیار بند، سر سے پاؤں تک ہتھیاروں سے سجا ہوا، بانکا سپاہی
۶: سیرت ابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء
۷: السیرۃ الحلبیۃ جلد۳ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء
۸: تاریخ ابن اثیر جلد۲ صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء (مفہوماً)
۹: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۵ء
۱۰: بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ موتۃ مِنْ اَرض الشام
۱۱: مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یھدم مَا قَبلہ (الخ)
۱۲: مسند احمد بن حنبل جلد۲ صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۸ء
۱۳: وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّ رَحْمَۃً (الاحقاف: ۱۳)
۱۴: مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۰ مطبوعہ کراچی ۱۳۶۸ھ
۱۵: الدار قطنی جلد۲ صفحہ ۶۵۔ مطبوعہ لاہور باب صفۃ صلاۃ الکسوف
۱۵-A: آیت: نشان
۱۶: الانبیاء: ۹۷
۱۷: حزقیل باب ۳۸ آیت ۲ تا ۴ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی ۱۸۸۷ء۔ لنڈن
۱۸: المائدۃ: ۲۵
۱۹: سیرت ابن ھشام جلد۲ صفحہ ۶۰ تا ۶۳ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۲۰ : السيرة الحلبية جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۲۱ : کپٹ: کینہ، دشمنی

۲۲ : السيرة الحلبية جلد ۳ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸۔ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء